امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار نقیب

پھلواری شریف پٹنہ

مدیر
مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون
مولانا رضوان احمد ندوی

اس شمارہ میں

■ اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
■ دینی مسائل
■ مولانا بشارت کریم گڑھولویؒ
■ پیام صبا (کتابوں کی دنیا)
■ امیر شریعت مفکر اسلام............
■ جان اور زندگی اللہ کی امانت ہے
■ اخبار جہاں، ہفتۂ رفتہ
■ طب وصحت

جلد نمبر 56/66 شمارہ نمبر 16 مورخہ ۲۸ر رجب ۱۴۳۹ھ مطابق ۱۶ر اپریل ۲۰۱۸ء روز سوموار

بین السطور
مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

فریب کاری

آزادی نسواں اور حقوق انثیٰ کے نام پر پوری دنیا میں جو تماشے ہو رہے ہیں، اور جس طرح عورتوں کو بازار کی زینت بنا دیا گیا ہے وہ کسی سے مخفی نہیں، صنف نازک کی عریاں تصویر کے بغیر ماچس کی ڈبیہ تک مارکیٹ میں نہیں آتی، کھلے عام بے محابا آزادی کے نام پر جسم کی نمائش، کلبوں میں رقص وسرور کی فن کاری اور اداکاری یہ سب عورتوں کو سر بازار رسوا کرنے اور ان کی آبروریزی تک آسانی سے پہونچنے کے لیے مغرب نے ہتھکنڈوں کے طور پر شروع کیا تھا، مشرق نے اس کی نقالی کی اور یہاں بھی عورتوں کو نچانا فیشن ہو گیا، فن کے نام پر، ثقافت وتہذیب کے حوالہ سے انہیں ننگا کر دیا گیا اور اب تو یہ صورت حال ہے کہ عورتیں ''کاسیات عاریات''، ملبوس ہو کر بھی ننگی نظر آتی ہیں اور وہ سمجھتی ہیں کہ اس سے ان کا حسن دوبالا ہو رہا ہے، ان کی پذیرائی ہو رہی ہے، اور ان کے جلوے دنیا کی آنکھوں کو خیرہ کر رہے ہیں، ابھی حال ہی میں پاکستان کی بعض عورتوں کا یہ نعرہ اخبارات کی زینت بنا تھا کہ ''میرا جسم میری مرضی''، یعنی وہ جس طرح چاہیں گی، اپنے جسم کی نمائش کریں گی اور جس کے ساتھ رات گذارنے کی مرضی ہوگی اپنا جسم پَروس دیں گی، مذہب، اخلاق، کیرکٹر وکردار، سماجی بندھن اور تہذیبی روایات سب کا جنازہ اس جملے نے نکال دیا، لوگ تالیاں پیٹ رہے ہیں کہ عیاشی، فحاشی، بدکاری، زناکاری کی راہ آسان ہو گئی ہے، اور عورتیں خوش ہیں کہ ہم آزاد ہیں، ہمارے جسم وجان پر کسی کی حکومت نہیں ہے۔

ہندوستان نے جو کچھ مغربی ممالک سے برآمد کیا، اس نے رشتوں میں توڑ کو بڑھاوا دیا، پہلے یہ حکم آیا تھا کہ اٹھارہ سال کی عمر سے قبل شوہر کا جنسی تعلق قائم کرنا زنا بالجبر کے زمرے میں آئے گا اور عورتوں کو ہراساں کرنے، تشدد برتنے اور ریپ (عصمت دری) کی جو سزا ہے وہ انہیں دی جائے گی، اٹھارہ سال کے بعد بھی اگر کسی نے بیوی کی مرضی کے بغیر جنسی تعلق قائم کیا تو وہ بھی عصمت دری شمار ہوگا، اور بیوی چاہے تو اسے جیل کی ہوا کھلا سکے گی، اب عدالت عظمیٰ (سپریم کورٹ) نے عورتوں کے حقوق کے حوالہ سے جو بات کہی ہے وہ فاضل جج صاحبان کے نزدیک حقوق نسواں کے تحفظ کی ایک صورت ہے، لیکن اس سے خاندان ٹوٹ کر رہ جائے گا، اور عورتوں کے نام نہاد حقوق کے نام پر شوہر کی حق تلفی ہوگی، اس کی طرف معزز جج صاحبان کا ذہن نہیں گیا، عدالت کا خیال ہے کہ بیوی کوئی منقولہ جائیداد نہیں ہے کہ شوہر ساتھ ساتھ لے کر گھومتا اور چلتا رہے، اگر بیوی اس کے ساتھ رہنا نہیں چاہتی ہے تو شوہر اپنی خواہش کے باوجود بیوی پر دباؤ نہیں بنا سکتا کہ وہ اس کے ساتھ رہے ہی، یہ بات عدالت نے ایک عرضی پر سماعت کرتے ہوئے کہی، سماعت کے دوران جسٹس مدن لوکور اور دیپک گپتا کی مشترکہ بینچ نے شوہر پر واضح کر دیا کہ اگر آپ کی بیوی آپ کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی ہے تو آپ اس کے ساتھ کیسے رہیں گے، اس لیے شوہر کو چاہیے کہ وہ ساتھ رہنے کی اپنی خواہش پر نظر ثانی کرے۔

میاں بیوی کے تعلقات کی اساس وبنیاد آپسی محبت ہے، اس محبت کا تقاضہ یہ ہے کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ رہیں، خوشی وغمی میں ایک دوسرے کے رفیق بن کر رہیں، ایک دوسرے سے مشکلات اور پریشانیاں بیان کرنے سے دل کا بوجھ ہلکا ہوتا ہے، دونوں مل کر بچے کی تربیت کرتے ہیں، مرد باہر کا نگراں ہوتا ہے اور عورت گھر کے داخلی اور اندرونی نظام کو دیکھتی ہے، روزی روٹی اور نان ونفقہ شریعت نے شوہر کے ذمہ کیا تاکہ عورتیں اس بکھیڑے سے آزاد رہیں، اور اپنی پوری توجہ گھریلو نظام کی درستگی اور بچوں کی پرورش وپرداخت پر مرکوز رکھیں، شریعت اسلامی میں اس رشتہ کی قربت کے لیے ایسی تعبیر اللہ رب العزت نے اختیار کی کہ اس سے زیادہ قربت کا کوئی تصور نہیں ہو سکتا، قرآن کریم میں اللہ نے میاں بیوی کو ایک دوسرے کا لباس قرار دیا، لباس جسم سے چمٹا ہوتا ہے، سردی گرمی سے بچاتا ہے، جسمانی عیوب کی پردہ پوشی کرتا ہے اسی طرح زن وشو اسلامی تعلیمات کے مطابق ایک دوسرے سے قریب ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کی کمی کوتاہی پر پردہ ڈالنے کا کام کرتے ہیں۔ (بقیہ صفحہ ۱۱ر پر)

کارستانی

جمہوریت میں اپنی بات منوانے کا ایک طریقہ ہڑتال اور بندی کے طور پر رائج ہے، بندی کا اعلان عام طور سے سیاسی تنظیموں اور پیشہ ور یونین کی طرف سے مختلف مطالبات پر زور دینے اور دباؤ بنا کر حکومت سے اپنے مطالبات منوانے کے خیال سے کیا جاتا رہا ہے، سیاسی تنظیموں اور یونین کے کارکنان جبرا اور زور زبردستی سے دوکانوں کو بند کراتے ہیں، راستے پر رکاوٹیں کھڑی کرتے ہیں، ریلوے لائنوں پر کھڑے ہو جاتے ہیں، جس سے کاروبار زندگی ٹھپ ہو کر رہ جاتا ہے، آفسوں میں حاضری کم ہو جاتی ہے، اسکول سے بچے غائب ہو جاتے ہیں، بعض جگہوں پر بند کرانے والے قتل وغارت گری اور آگ زنی پر اتر آتے ہیں، جس سے انسانی جانوں کا ضیاع ہوتا ہے اور انسانیت شرمسار ہوتی ہے، حال ہی میں دلتوں کی جانب سے ۲ر اپریل کو کیے جانے والے بند میں یہ سب ہوا، دس سے زیادہ لوگوں کی جانیں گئیں، قانون کے محافظ بے لگام بندیوں کو لگام نہیں دے سکے اور قانون شکنوں نے سارے نظام کو ٹھپ کر کے رکھ دیا۔

اس سے زیادہ حیرت انگیز معاملہ ۱۰ر اپریل کی بندی کا رہا، اس بندی کا اعلان کسی تنظیم اور سیاسی پارٹی نے نہیں کیا تھا، سوشل میڈیا پر ایک دن میں یہ خبر پھیلائی گئی کہ ۱۰ر اپریل کو بھارت بند رہے گا، کون بند کروا رہا ہے، معلوم نہیں، کہیں اسے چھوٹی ذات اور رزرویشن کے خلاف سمجھا گیا اور کہیں اسے سیدھے بڑی ذات کی طرف سے بند قرار دیا گیا، اس بند کے لیے کہیں بینر، پوسٹر، ہوڈنگ نہیں لگے، گلی گلی پرچار بھی نہیں ہوا، کھل کر کوئی نیتا سامنے بھی نہیں آیا، ایک ایسا بند جس کے مقاصد واضح نہیں اور جن کے کرنے والے کا اتہ پتہ نہیں، بربادی کی داستان رقم کر گیا، اس بندی میں کاروبار کی مندی رکارڈ توڑ تو نہیں رہی، لیکن اعداد وشمار سے معلوم ہوتا ہے کہ اقتصادیات کا اس بند سے بڑا نقصان ہوا، پچپن کروڑ سے زیادہ کا کاروبار متاثر ہوا، بندی میں مندی کا سب سے زیادہ اثر صرافہ، کپڑا، الکٹرونکس اور کھدرا کاروبار کرنے والوں پر پڑا، یہ اعداد وشمار پورے ہندوستان کے نہیں، صرف پٹنہ شہر کا ہے، جہاں بندی کا اثر راجستھان اور مدھیہ پردیش کی بہ نسبت کم تھا، اسی پر قیاس کر کے دوسرے شہروں اور پورے ہندوستان میں بندی کے نقصانات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

بھارت بند کے دوران بہار میں ایک سو ستائیس لوگوں کی گرفتاری ہوئی، کئی جگہوں پر توڑ پھوڑ ہوئی اور گولیاں چلیں، سڑکوں کے بند ہونے کی وجہ سے آمد ورفت متاثر ہوئی، یہ سب ہندوستانی عوام برسوں سے جھیل رہے ہیں، اور اس طرح کا تشدد بند کی ثقافت کا حصہ بن گیا ہے، اس لیے اسے تعجب اور حیرت کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا ہے، لوگ بندی اور مندی دونوں کے عادی ہو چکے ہیں، اس بند میں سب سے تشویشناک سوشل میڈیا کا کردار ہے جس تیزی سے بند کے اعلان کو پورے ملک میں پھیلا دیا گیا اور بند ہوا، اس سے بہت سارے اندیشے جنم لیتے ہیں، خصوصا اس صورت میں جب سوشل میڈیا غلط خبروں کی ترسیل کا بڑا ذریعہ بنتا جا رہا ہے، پوسٹ کرنے کے لیے کوئی پابندی نہیں ہے، جس کے من میں جو آتا ہے، لکھا اور ڈالا، اس طرح پورے ملک میں تناؤ پیدا کرنے کے لیے سوشل میڈیا کو استعمال کیا جاتا رہا ہے، اور کئی فسادات سوشل میڈیا کے بے لگام ہونے کی وجہ سے ہندوستان میں ہو چکے ہیں، ایک بار سوشل میڈیا پر افواہ پھیلا کر بنگلور جیسے شہر کو شمال مشرقی ریاستوں کے لوگوں سے خالی کرایا جا چکا ہے، اس لیے سوشل میڈیا کے ذریعہ کی جانے والی اس حرکت کو معمولی نہیں سمجھنا چاہیے، اس طرح تو ملک میں لوگوں کے لیے جینا دوبھر ہو جائے گا، روزنامہ ہندوستان (ہندی) نے اس مسئلہ پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے بجا لکھا ہے کہ ''سوشل میڈیا کی سوکھی گھاس کو بھڑکانے کے لیے ایک جنگاری ہی کافی ہے اور ڈر یہ ہے کہ چنگاریاں نہ سماج مخالف طاقتوں کے پاس کم ہیں اور نہ ملک مخالف طاقتوں کے پاس کم''۔

ایسے میں ضروری ہے کہ سوشل میڈیا پر لگام لگانے کے لیے حکومت کوئی میکانزم تیار کرے، اسے اظہار رائے کی آزادی کے نام پر کھلا نہ چھوڑا جائے، (بقیہ صفحہ ۱۱ر پر)

حالت زار

''میں (ملک کے مستقبل سے پوری طرح) مطمئن نہیں ہوں، ملک کے وسیع تر مفاد میں سوچنے والے کم ہوتے جا رہے ہیں، خود غرضی اور رشوت کا بول بالا ہے، ملک کے چلانے والوں پر سے اعتماد گھٹتا جا رہا ہے، وقتی مفاد نے بڑے بڑوں کو اپنے گھیرے میں جکڑ رکھا ہے، موجودہ حکمراں جماعت نے پورے ملک میں مسلم دشمنی کا مزاج بنا دیا ہے، عیسائیوں کو پریشان کیا جا رہا ہے، یہ اچھی علامتیں نہیں ہیں۔''

بلا تبصرہ

''ایس سی، ایس ٹی قانون میں تبدیلی کو لے کر جو حکم عدالت عظمیٰ (سپریم کورٹ) نے جاری کیا، اس کی مخالفت ہونی ہی تھی، کیا دلتوں کو پھر سے پچھڑے سماج کا ایک دبا ہوا حصہ بنانے کی پہل ہو رہی ہے، یہ تبدیلی اور بدلاؤ دلتوں کے حقوق کے خلاف ہے، کیا ان کی عزت اور ان کے حقوق کی کوئی قیمت نہیں ہے...... کئی قانون کا بے جا استعمال ہو رہا ہے، اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ قانون کو ہی کالعدم کر دیا جائے۔''

اللہ کی باتیں ---- رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

مال واولاد آزمائش کا ذریعہ:

﴿جان لو کہ تمہارا مال اور تمہاری اولاد آزمائش کا ذریعہ ہیں اور یقیناً اللہ کے پاس بڑا اجر ہے﴾ (سورۂ انفال: ۲۸)

مطلب: مال واولاد سے انسانوں کو فطری طور پر محبت ہوتی ہے اور بسا اوقات ان دونوں چیزوں کی جستجو اور فراوانی آخرت سے فراموشی کا باعث بن جاتی ہیں، جس پر انسان گھمنڈ اور تکبر میں مبتلا ہو جاتا ہے، جب انسان پر یہ کیفیت طاری ہو جائے تو سمجھ لینا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ مال واولاد دے کر امتحان لینا چاہتے ہیں کہ ایسے شخص کا دل آخرت سے غافل ہو رہا ہے، یا اس کو نعمت خداوندی سمجھ کر شکر بجالاتا ہے؛ اس لیے قرآن مجید نے توجہ دلائی کہ ایسا نہ ہو کہ تمہاری نظر میں مال واولاد کی اہمیت بڑھ جائے اور اس کو بچانے کے لیے تم اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ خیانت کر بیٹھو؛ اس لیے ہر شخص کو اپنے نفس پر کڑی نظر رکھنی چاہیے، اپنے حالات کا جائزہ لیتے رہنا چاہئے اور دین ودنیا کی بھلائی کو سمجھنا چاہیے اور ہمیشہ اس کی کوشش کرتے رہنا چاہئے کہ حلال طریقے سے کمائے اور آخرت کے لیے زیادہ سے زیادہ نیکی کرے، اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو مال ودولت کی نعمت عطا کی ہے تو اس کو معاشرہ کے کمزور طبقوں، حاجت مندوں اور پریشان حال لوگوں کے درمیان تقسیم کیجئے، اس کے ذریعہ مال میں برکت ہوگی اور سماجی زندگی میں الفت ومحبت اور تعاون کے گہرے روابط ہوں گے، معاشرہ میں اطمینان وسکون کی کیفیت پیدا ہوگی، اسی طرح اولاد اللہ کا ایک انمول عطیہ ہے، والدین کو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ اس نے انہیں اس نعمت عظمیٰ سے نوازا ہے، اولاد کے لیے آپ کا سب سے قیمتی اور بہترین تحفہ یہ ہے کہ آپ اسے بہترین تعلیم وتربیت سے آراستہ کریں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ مال واولاد دنیاوی زندگی کی زینت ہیں۔ اس کی صحیح ذہنی وفکری اور اخلاقی تربیت سے خاندان کے نام روشن ہوتے ہیں اور پھر یہی بچے مستقبل میں قوم وملک کا قیمتی سرمایہ ہوتے ہیں، بچوں کی پرورش وپرداخت اور ان کی نگہداشت کرتے رہیئے، اگر بے توجہی برتی اور غفلت سے کام لیا تو پھر وہ سماج کے لیے عذاب بن جائیں گے؛ اس لیے ان کی صحیح تربیت پر خاص توجہ دیجئے، آج بچوں کی دینی تربیت کے نہ ہونے کی وجہ سے بگڑ رہے ہیں اور اس کے برے اثرات سماجی زندگی پر پڑ رہے ہیں؛ اس لیے والدین کی ذمہ داری ہے کہ اپنی اولاد کو بگرنے سے بچائیں جو اولاد متقی وپرہیز گار ہوتی ہے، وہ والدین کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہوتی ہے، یہ اسی وقت ہوسکتا ہے، جب ہم ان کی دیکھ بھال کریں اور ان کی ضروریات کو سمجھیں اور انہیں پورا کریں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئیاں:

{حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عنقریب لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ اس میں اسلام کا صرف نام باقی رہے گا، اس کی روح ختم ہو جائے گی اور قرآن کے صرف حروف باقی رہیں گے، عمل نہیں رہے گا اور مسجدیں خوب عمدہ بنیں گی، حالانکہ وہ ہدایت اور نمازیوں سے ویران رہیں گی} (مشکوٰۃ المصابیح: ۱/۳۸)

وضاحت: اس حدیث میں محسن انسانیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تین پیشین گوئیاں فرمائی ہیں کہ اس امت پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ لوگ دین اسلام سے اس قدر دور ہو جائیں گے کہ وہ صرف نام کے مسلمان رہ جائیں گے اور اسلامی تعلیمات ان کی زندگی سے نکل جائیں گی اور اگر کوئی شخص دین وشریعت کی باتیں کرے گا تو اس کو حقارت کی نگاہ سے دیکھا جائے گا، حتی کہ اس کا مذاق بھی اڑایا جائے گا کہ یہ بڑے دیندار بنتے ہیں، دوسری پیشین گوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمائی کہ ولا یبقی من القرآن الا رسمہ کہ ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ صرف قرآن کے حروف باقی رہ جائیں گے، اس کی روح اور اس پر عمل کرنے والے نہیں ہوں گے، ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ عنقریب ایک ایسی جماعت آنے والی ہے جو قرآن کریم کو سنواریں گے، ایک ایک حروف کو گھنٹوں درست کریں گے اور مخارج کی رعایت میں خوب تکلف برتیں گے اور یہ سب دنیا کے واسطے ہوگا، آخرت سے ان لوگوں کو کچھ بھی سروکار نہ ہوگا۔ (مستفاد فضائل قرآن مجید: ۵۰) لیکن قرآن کریم کے مطابق عملی زندگی بنانے کی توفیق نہ ہوگی، تیسری پیشین گوئی یہ فرمائی کہ لوگ مسجدوں کو خوبصورت انداز میں تعمیر کریں گے، مگر صحیح معنوں میں خشوع وخضوع سے نماز پڑھنے والے اور ذکر کرنے والے نہیں ہوں گے، بے شک مسجد کی تعمیر کرنا بڑے اجر وثواب کا کام ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں اپنی شایاں شان محل تعمیر فرمائیں گے؛ لیکن ہاں اگر مسجدیں عمدہ تعمیر کی گئی اور اس کو عبادت وریاضت کا مرکز نہ بنایا، باجماعت نمازوں کا اہتمام نہ کیا اور اس کو ویران چھوڑ دیا تو یہ حرمان نصیبی ہے، مذکورہ حدیث میں جن پیشین گوئیوں کا تذکرہ کیا گیا ہے، کیا آج یہ امت ان حالات سے دوچار نہیں ہیں، کیا اسلام سے ہمارا رشتہ کمزور نہیں پڑ گیا؟ ہماری زندگی قرآنی احکامات وتعلیمات رسل سے خالی ہوتی جارہی ہے، اگرچہ ہم قرآن کی تلاوت کرتے ہیں، مگر اس کے مطابق عمل نہیں کرتے، اگر عمل نہیں ہے تو اس کا کوئی فائدہ نہیں، قرآن مجید کی تلاوت میں حروف کی صحیح ادائیگی نہیں ہوتی، اگر حروف کی ادائیگی کے ساتھ تلاوت کی جائے تو الفاظ قرآن کے اثرات قلوب پر پڑیں گے اور اللہ اس پر سکینت نازل فرمائیں گے اور قیامت کے دن حسین آواز سے پڑھنے والے سے کہا جائے گا ترتیل کے ساتھ پڑھتے جاؤ اور جنت کی سیڑھیوں پر چڑھتے جاؤ، مگر یہ بھی اسی وقت ہوگا جب ہمارا عمل قرآن مجید کے مطابق ہوگا اور آخری بات یہ ہے کہ مسجدیں ضرور عمدہ ودلکش تعمیر کی جائیں مگر اس

دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

قانون شریعت پر عمل ضروری ہے:

سوال: ملک کا قانون اگر شریعت مخالف ہو تو کس پر عمل کیا جائے گا، ملکی قانون پر یا شریعت پر؟

الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول ومعتبر دین، دین اسلام ہے اور مسلمان اسی پر عمل کا پابند ہے، کسی بھی ملک کا ایسا قانون جو شریعت مخالف ہو، مسلمانوں کے لیے قابل قبول اور لائق عمل نہیں ہے، اس کے علاوہ ملک کے ہر قانون کی پابندی لازم وضروری ہے، اور اس کی خلاف ورزی کی بالکل اجازت نہیں ہے۔

﴿ان الدین عند اللّٰہ الاسلام﴾ (القرآن الکریم)

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: لاطاعة لمخلوق فی معصیة الخالق. (مشکوٰۃ المصابیح)

اسلام دہشت گردی کی سخت مذمت کرتا ہے:

سوال: آج پوری دنیا میں اسلام اور مسلمانوں کو دہشت گردی سے جوڑ کر بدنام کرنے کی منظم سازشیں کی جارہی ہیں، اس سلسلہ میں اسلامی تعلیمات کیا ہیں اور اسلام نے امن عالم کا کیا پیغام دیا ہے، وضاحت فرمائیں؟

الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

اسلام عدل وانصاف، اخوت ومحبت، ہمدردی ورواداری اور امن وسلامتی کا مذہب ہے، فتنہ وفساد، بدامنی وخون ریزی اور بے قصوروں کے ساتھ قتل وغارت گری انتہائی قابل ملامت، لائق سزا اور بدترین انسانیت سوز جرم ہے، جس کا اسلام سختی کے ساتھ مذمت کرتا ہے اور کسی صورت میں بھی قطعا اس کی اجازت نہیں دیتا۔ اللہ پاک کا ارشاد ہے:

﴿واذا تولی سعی فی الارض یفسد فیھا ویھلک الحرث والنسل واللّٰہ لا یحب الفساد﴾ (سورۃ البقرۃ: ۲۰۵)

(جب وہ حکومت پالیتے ہیں تو زمیں میں اس بات کے لیے دوڑ دھوپ کرتے ہیں کہ فساد برپا کریں اور اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں کرتے۔) دوسری جگہ ارشاد فرمایا: ﴿ولا تعثوا فی الارض مفسدین﴾ (سورۃ البقرۃ: ۶۰) (زمین میں فساد مچاتے نہ پھرو۔)

سورۃ الاعراف میں فرمایا: ﴿ولاتفسدوا فی الارض بعد اصلاحھا. (سورۃ الاعراف: ۵۶)

سورۃ المائدۃ میں فرمایا: ﴿من قتل نفس بغیر نفس او فساد فی الارض فکانما قتل الناس جمیعا ومن احیاھا فکأنما أحیا الناس جمیعا﴾ (سورۃ المائدۃ: ۳۲)

(جس نیے کسی کو ناحق قتل کر دیا، گویا اس نے پوری انسانیت کا قتل کیا اور جس نے ایک جان کی زندگی بچالی، گویا اس نے پوری انسانیت کو بچالیا۔)

آیت کریمہ میں انسانی زندگی کا احترام، قدر وقیمت اور اہمیت کا بھرپور احساس دلایا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ ایک انسان کا ناحق قتل پوری انسانیت کا قتل ہے؛ کیوں کہ ایسا کام وہی کرسکتا ہے جو احترام انسانیت کے جذبہ سے عاری ہو اور جس کے پاس انسانی جانوں کی کوئی قدر وقیمت نہ ہو، ایسا درندہ انسان جہاں ایک شخص کا قتل کرسکتا ہے، وہیں اپنے بے جا مقصد کی تکمیل کے لیے بہت سے انسانوں کو بھی قتل کرسکتا ہے اور قتل کا یہ دروازہ جب کھل جاتا ہے تو پھر کسی کے قابو میں نہیں رہتا، جبکہ دوسری جانب ایک کی جان بچانے کو پوری انسانیت کی جان بچانے کے مترادف قرار دیا، اس لیے کہ جو شخص انسانی زندگی کی اہمیت وحرمت کو سمجھے گا، وہ ایک گروہ کی بھی جان بچانے کی کوشش کرے گا اور ایک شخص کی بھی۔

سورہ بنی اسرائیل میں واضح طور پر حکم دیا کہ جس شخص کے قتل کو اللہ نے حرام قرار دیا، اس کو ناحق قتل مت کرو ﴿ولا تقتلوا النفس التی حرم الله الا بالحق﴾ (سورۃ بنی اسرائیل: ۳۳)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ رحم کرنے والوں پر اللہ رحم کرتے ہیں، تم زمین والوں پر رحم کرو، آسمان والے تم پر رحم کریں گے۔ ''الراحمون یرحمھم الرحمن ارحموا من فی الارض یرحکم من فی السماء. (ترمذی، باب ماجاء فی رحمة الناس)

ایک دوسری حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمام مخلوق اللہ کا کنبہ ہے اور اللہ کی نظر میں سب سے پسندیدہ شخص وہ ہے، جو اللہ کے کنبہ کے ساتھ حسن سلوک کرنے والا ہو۔ (شعب الایمان)

قرآن کریم اور احادیث مبارکہ کی ان واضح اور روشن ہدایات سے یہ معلوم ہو گیا کہ اسلام ہر طرح کے بے جا تشدد، بدامنی، خون ریزی اور قتل وغارت گری کی پوری قوت کے ساتھ نفی کرتا ہے اور دنیا میں فتنہ وفساد اور دہشت گردی کی نہ صرف سختی کے ساتھ مذمت کرتا ہے، بلکہ ان گھناؤنے کاموں میں ملوث افراد کے ساتھ کسی طرح کے بھی تعلق سے برأت کا اظہار کرتا ہے، اس کا قانون ہے: تعاونوا علی البر والتقویٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان (نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ وظلم پر معاون نہ بنو)۔

عدل وانصاف، امن وشانتی اور چین وسکون کے ضامن مذہب اسلام جو سراپا دین رحمت ہے، کو دہشت گردی کا مذہب قرار دینا اور اس کے ماننے والوں کو دہشت گردی کے ساتھ جوڑنا بہت بڑا ظلم ہے، سورج کو تھوکنے

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار
نقیب
پھلواری شریف پٹنہ

پھلواری شریف

جلد نمبر 56/66 شمارہ نمبر 16 مورخہ ۲۸/رجب ۱۴۳۹ھ مطابق ۱۶/اپریل ۲۰۱۸ء روز سوموار

دین بچاؤ دیش بچاؤ کانفرنس

امارت شرعیہ کے زیر اہتمام منعقد ہونے والی ''دین بچاؤ دیش بچاؤ کانفرنس'' کی ساری تیاریاں مکمل کرلی گئی ہیں، جس وقت یہ شمارہ آپ تک پہونچے گا، یہ کانفرنس ہر اعتبار سے تاریخ رقم کرچکی ہوگی، اور دنیا کو معلوم ہوچکا ہوگا کہ مسلمان ایک زندہ قوم اور کلمہ کی بنیاد پر ایک امت ایک جماعت ہے، اور وہ وقت پڑنے پر تمام گلے شکوے اور فروعات بھول کر اپنی متحدہ قوت کا اس طرح مظاہرہ کرسکتی ہے کہ باطل کے ایوانوں اور سیاست کے گلیاروں میں بھونچال اور زلزلہ آسکتا ہے، ہم یہ باور کرانے میں کامیاب ہوچکے ہوں گے کہ دین میں مداخلت اور ہندوستانی دستور وقوانین میں بنیادی تبدیلی، ترمیم اور تحریف کے ہم روادار نہیں ہیں، ہم نے اس ملک میں محمد اخلاق، پہلو خان، حافظ جنید اور حافظ صبغۃ اللہ رشیدی کے ناحق قتل کا غم جھیلا ہے، لیکن سڑک پر نہیں آئے، احتجاج، مظاہرے، ریلیاں یا تو ہم نے کی نہیں، یا کیں تو انتہائی محدود پیمانے پر، جس کی آواز اندھی اور بہری حکومت کو دیکھنے اور سننے پر مجبور نہیں کرسکی، لیکن اب بات دین میں مداخلت تک پہونچ گئی ہے، ملک کے جمہوری ڈھانچہ کو تہہ وبالا کرنے تک جا پہونچی ہے، اس لیے ہمیں اس کانفرنس کے ذریعہ یہ بتانا ہے کہ یہ دونوں معاملات صرف مسلمانوں کے لیے ہی نہیں، ہندوستان کی گنگا جمنی تہذیب سے محبت کرنے والے ہر شہری کے لیے سوہان روح اور ناقابل برداشت ہیں۔

یہاں یہ بات بھی سمجھ لینی چاہیے کہ دین اس طریقہ کو کہتے ہیں، جس پر انسان زندگی بسر کرتا ہے، یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں کافروں کے دین کو بھی دین کہا گیا ہے اور سابقہ انبیاء کرام نے جس طریقہ پر زندگی گذارنے کی تلقین کی وہ سب دین کے زمرے میں آتا ہے، اسی وجہ سے قرآن کریم میں لکم دینکم ولی دین یعنی کافروں کے لیے ان کا دین اور میرے لیے میرا دین کہا گیا، اللہ رب العزت نے یہ بھی فرمایا کہ دین میں جبر واکراہ کا معاملہ نہیں ہے، البتہ اللہ کے نزدیک دین اسلام ہی ہے اور اگر اس دین کے علاوہ کسی اور دین کو کوئی اختیار کرتا ہے تو وہ مقبول بارگاہ الٰہی نہیں ہے۔

اس دین کو بچانے کے لیے امیر شریعت مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی رحمانی دامت برکاتہم نے آواز لگائی، کیوں کہ دین بچے گا تو مسلک، مشرب، ادارے، تنظیمیں، جماعتیں، جمعیتیں، اور خانقاہیں بچیں گی، لیکن اگر دین نہیں بچے گا تو کچھ نہیں بچے گا، دین ایک ایسی چھتری ہے، جس کے نیچے سارے مسالک اور تصوف کے سارے سلاسل اور اداروں کا وجود ہے، یہ چھتری باقی نہیں رہی تو سب کچھ فنا کے گھاٹ اتر جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ اس کانفرنس کو تمام مسالک اور خانقاہوں کا تعاون حاصل رہا ہے اور جو چند لوگ اس حقیقت کو نہیں سمجھ سکے وہ سماج اور معاشرہ سے کٹ کر رہ گیے۔

اس کانفرنس کا دوسرا عنوان ''دیش بچاؤ'' تھا یہ دیش ہمارا ہے، ہم اس ملک میں حصہ دار ہیں، کرایہ دار نہیں، کرایہ دار کو مکان کی فکر نہیں ہوتی، وہ سوچتا ہے، یہ مکان متاثر ہوگیا تو ہم دوسرا مکان کرایہ پر لے لیں گے، لیکن حصہ دار اور مالک مکان کی ذہنیت الگ ہوتی ہے، وہ اس کی حفاظت کرتا ہے، اور وقت آنے پر اپنا سب کچھ داؤ پر لگانے کو تیار رہتا ہے، ہم اس ملک کے حصہ دار ہیں، اس لیے ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم اس ملک کی سالمیت دستور کی محافظت اور یہاں کی مشترکہ تہذیب کی بقا کے لیے جدوجہد کریں، آج فرقہ پرست طاقتوں نے اس ملک کی سالمیت کے لیے خطرات پیدا کردیے ہیں، دستور کے جمہوری ڈھانچے کو بدلنے کی کوشش کی جارہی ہے، مختلف مذاہب کے درمیان فرقہ وارانہ ہم آہنگی اور یک جہتی جو اس ملک کی شناخت رہی ہے، اس کو ختم کیا جارہا ہے، ایسے میں ہم ساحل کے تماشائی بن کر نہیں رہ سکتے، ہم نے منجدھار میں اپنے محبوب وطن کے لیے کودنے کا فیصلہ کیا ہے، کیوں کہ انسانی فطرت ہے کہ وہ اپنے محبوب کے لیے ہر قسم کی قربانی کے لیے تیار رہتا ہے، ہم بھی تیار ہیں، یہ کانفرنس دیش بچانے کے لیے سمت سفر کا تعین کرے گی اور جمہوریت کو بچانے کے لیے نئے اقدام سوچے گی۔

ہم نے اس ملک کو محبوب مانا ہے، معبود نہیں، معبود تو صرف وحدہ لاشریک ہے، محبت اور عبادت الگ الگ چیز اور دونوں کے تقاضے بھی الگ الگ ہیں، ہم ماں باپ، بیوی بچوں سے محبت کرتے ہیں، ان کے لیے جان ومال کی قربانی دیتے ہیں، لیکن اس کی عبادت نہیں کرتے، یہی وجہ ہے کہ ہم ان تمام اعمال اور نعروں کے مخالف ہیں، جو وطن کی محبت کو محبوب سے معبود بنادیتی ہے۔

اس کانفرنس کی تیاری کے لیے امارت شرعیہ کے ذمہ داران، اراکین، نقباء، ائمہ مساجد، علماء، مدارس کے ذمہ داران، مختلف یونیورسیٹیوں اور تعلیمی اداروں میں داخل طلبہ، سیاسی، دانشور، صحافی حضرات اور عام مسلمانوں نے جو جدوجہد کی ہے، وہ مثالی ہے، اس کا ایک بڑا فائدہ یہ بھی ہوا کہ امارت شرعیہ کا نام، کام، پیغام، دور دراز کے اس گاؤں تک بھی پہونچ گیا، جہاں کے لوگ اس سے پورے طور پر واقف نہیں تھے، پھر اس کانفرنس کی ضرورت، اہمیت اور مقاصد سے وہ جس قدر قریب ہوئے، اس سے اتحاد و یک جہتی کی فضا بنی اور جو لوگ

اختلاف کے باوجود ہم شعوری طور پر اختلاف کی سرحدوں سے واقف ہیں، اور اختلاف کے باوجود اتحاد کے لیے مل کر کام کرنا ہمیں خوب آتا ہے۔

اس کانفرنس کو کامیاب کرنے میں غیر مسلم بھائیوں، خصوصا دلت اور بام سیف والوں کا تعاون بھی مثالی رہا ہے، قابل مبارک باد مختلف کاموں پر حکومت کے افسران اور کارکنان بھی ہیں، جنہوں نے آمد ورفت کی سہولت کے ساتھ ہر سطح پر اپنی ذمہ داریوں کو سمجھا اور آخر وقت تک مستعد رہے۔

اس کانفرنس کے لیے لوگوں کو متوجہ کرنے میں پرنٹ اور الکٹرونک میڈیا، سوشل سائٹس وغیرہ کے ساتھ اس کام کے لیے بنائی گئی مختلف کمیٹیوں نے جس طرح دن رات ایک کرکے کام کیا، وہ اس کانفرنس کے مقاصد سے ان کی دلچسپی اور عشق کی غماز ہے، مقاصد کا صحیح ادراک نہ ہو تو اعضاء جوارح بھی ٹھیک سے حرکت نہیں کرتے، مقاصد کے حصول کے یقین سے ذہن، ودماغ میں جو تازگی اور حرکت وعمل میں جو جولانی پیدا ہوتی ہے، اسے اس کانفرنس کے منتظمین کے حرکت وعمل سے سمجھا جاسکتا ہے۔ اس کانفرنس کی کامیابی میں حضرت امیر شریعت دامت برکاتہم کی مسلسل، مربوط اور منظّم توجہ نے کلیدی کردار ادا کیا اور ان کی آہ سحر گاہی اور دعائے نیم شبی نے کانفرنس کو کامیابی سے اس قدر ہم کنار کیا، جس کی توقع نگاہ ظاہر بیں کو نہیں تھی۔

عدالت کی فکرمندی

درج فہرست ذات اور درج فہرست قبائل (اس سی، اس ٹی) پر ظلم وتشدد روکنے کے لئے ۱۹۸۹ء میں ایک قانون بنایا گیا تھا، اس قانون کے تحت اس زمرہ کے لوگوں کی شکایتیں فوری طور پر درج ہوتی تھیں اور مدعا علیہ فوری طور رغیر ضمانتی وارنٹ کے تحت گرفتار کرلیا جاتا تھا، اس قانون کی دفعہ ۱۸/ر کے تحت پیشگی ضمانت بھی نہیں ملا کرتی تھی، یہ قانون اصلا درج فہرست ذات اور درج فہرست قبائل پر بڑی ذات والوں کی طرف سے ہو رہے تشدد کو روکنے کی غرض سے لایا گیا تھا، شروع میں تو اس کا استعمال صحیح طریقے پر ہوا، لیکن دھیرے دھیرے اس کا غلط استعمال شروع ہوا، اور اسے ذاتی دشمنی نکالنے کے لیے استعمال کیا جانے لگا، ایسا بھی ہوا کہ کسی بڑی ذات کے فرد نے اپنے حلقہ کے کسی دلت شخص سے اس قانون کے تحت مقدمہ کروادیا اور مدعا علیہ بغیر کسی جرم کے جیل جا پہونچا، صرف ۲۰۱۶ء میں دلتوں پر مظالم کے پانچ ہزار تین سو سینتالیس معاملے جھوٹے پائے گیے، جب اس قسم کے واقعات کثرت سے ہونے لگے تو سپریم کورٹ نے اس کے غلط استعمال پر روک لگانے کی طرف قدم بڑھایا، اب اس قانون کے تحت شکایت ملنے پر تھانے میں فوری طور پر اف آئی آر درج نہیں کیا جاسکے گا، بلکہ پہلے شکایت کی جانچ ہوگی کہ معاملہ فرضی یا غلط احساس کی بنیاد پر تو سامنے نہیں آیا ہے، جب معاملہ جانچ میں چلا جائے گا تو مدعا علیہ کی فوری گرفتاری بھی نہیں ہوسکے گی، ایسے معاملہ کا تعلق اگر سرکاری ملازمین سے ہے تو متعلقہ محکمہ کے افسران اور اگر عام آدمی سے ہے تو گرفتاری کے پہلے اس اس پی کی منظوری ضروری ہوگی، عدالت نے یہ بات بھی صاف کردی ہے کہ اس قسم کے معاملات میں پیشگی ضمانت کا راستہ بھی کھلا ہوا ہے، اگر پولیس نے اس کے خلاف کیا تو اس پر احکام کی خلاف ورزی اور توہین عدالت کی کارروائی بھی ہوسکتی ہے، عدالت نے واضح کردیا ہے کہ اس حکم کا نفاذ فیصلہ کے دن سے ہوگا، یعنی ماضی میں جو لوگ غلط یا صحیح اس قانون کی زد میں آئے ان پر اس فیصلے کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔ عدالت کے اس حکم سے بے گناہ لوگوں پر جو ظلم ہو رہا تھا اسے روکا جاسکے گا، لیکن امکان یہ بھی ہے کہ اس حکم کا سہارا لے کر بہت سارے لوگ گناہ کرکے بھی بچ جائیں گے، ہمارے یہاں تھانے پولیس وغیرہ کا جو رویہ رہا ہے، اس سے اس گمان کی تصدیق ہوتی ہے، کیوں کہ کمزور لوگ، طاقتوروں کا مقابلہ نہیں کرسکیں گے اور تھانہ عموما اس سے تعلق بنالیتا ہے جو طاقت ور ہوتا ہے، یہ طاقت کبھی ذات برادری کی ہوتی ہے، کبھی عہدے منصب کی اور کبھی روپے پیسے کی۔ یہی وجہ ہے کہ کئی لوگوں کی رائے ہے کہ اس حکم سے اس سی، اس ٹی قانون کمزور ہوا ہے، اور دلتوں نے اس مسئلے پر ہندوستان بند کر کے جو توڑ پھوڑ مچائی ہے اور دس سے زائد جانوں کا ضیاع ہوا ہے، اس سے ان کی سوچ کی عکاسی ہوتی ہے کہ وہ عدالت کی اس رہنمائی کو کس زاویے سے دیکھتے ہیں، دلتوں کے اس اندولن سے حکومت اس قدر گھبرائی کہ اس نے اس فیصلے پر نظر ثانی کے لیے عدالت کا دروازہ کھٹکھٹایا، لیکن عدالت اپنے موقف پر اڑی ہوئی ہے اور مرکزی حکومت کی عرضی خارج ہوچکی ہے۔

معاملہ صرف اس، سی اس ٹی ایکٹ کا نہیں ہے، عدالت کو ان تمام قانون کا جائزہ لے کر حکم دینا چاہیے جو اپنی سختی کی وجہ سے لوگوں کی پریشانی کا سبب بن گیے ہیں۔ مثال کے طور پر ڈوری ایکٹ کی بات کی جاسکتی ہے، یہاں بھی لڑکی والے اس ایکٹ کا سہارا لے کر لڑکے والوں کو پھنساتے رہتے ہیں اور عموما عدالت لڑکے اور اس کے خاندان کو ملزم ٹھہراتی ہے، مقدمات کی وجہ سے لڑکی کی زندگی تو تباہ ہوتی ہی ہے، لڑکے والوں کا خاندان بھی اکثر حالت میں جیل کی سلاخوں کے پیچھے ہوتا ہے، میں یہ نہیں کہتا کہ ڈوری ایکٹ کے تحت سارے مقدمات غلط ہوتے ہیں، سارے نہیں، اکثر کی بات میں کر رہا ہوں، اس کی وجہ سے خاندان ٹوٹتا ہے اور عموما یہ لڑائی صرف ناک اونچی رکھنے کے لیے ہوا کرتی ہے، اس لیے اس معاملے میں کچھ پابندیاں ہونی چاہیے؛ تاکہ بے گناہ سزا نہ پائے، کسی مفکر کا قول ہے کہ سو گناہ گار کا بچ جانا اتنا بُرا نہیں ہے جتنا ایک بے گناہ کا سزا پا جانا۔

اسی طرح طلاق کے معاملہ میں پالیامنٹ نے جو بل پاس کیا ہے، اس میں تین طلاق کو کرائم کے زمرے میں رکھا ہے اور کرائم کی رپورٹنگ کے لیے متاثر شخص کا رپورٹ کرنا ضروری نہیں ہے، کوئی بھی تھانے میں تین طلاق کی غلط رپورٹ کردے گا اور ملزم غیر ضمانتی وارنٹ کے تحت سلاخوں کے پیچھے چلا جائے گا، ذاتی دشمنی نکالنے کا لوگ اسے ذریعہ بنالیں گے، عدالت کو اس بل کے سلسلہ میں حکومت پر واضح کردینا چاہیے کہ طلاق کا معاملہ کرائم کے تحت آتا ہی نہیں ہے، اس لیے حکومت کو اس بل کو واپس لینا چاہیے اور واپسی میں شرم محسوس ہو تو علماء کے مشورے سے اس میں ایسی ترمیمات کرنی چاہیے؛ جو مسلم پرسنل لا سے ہم آہنگ اور دفعہ ۲۵ سے ۲۹ تک کے تقاضوں کے

یادوں کے چراغ

حضرت مولانا بشارت کریم گڑھولوی

: ایڈیٹر کے قلم سے

بہت سارے بزرگوں کے احوال وواقعات، فیوض وبرکات کو پڑھ کر اور سن کر یہ احساس شدید ہوتا ہے کہ ہم نے ان بزرگوں کی صحبت کیوں نہیں پائی، اوران کی دیدار سے آنکھیں کیوں مشرف نہیں ہوسکیں، ایسے ہی بزرگوں میں قطب وقت حضرت مولانا بشارت کریم گڑھولویؒ کا نام نامی اسم گرامی ہے، جن کے دیکھنے کو آنکھیں ترستیاں ہیں۔

ابوالانوار مولانا محمد بشارت کریم بن عبدالرحیم رحمہما اللہ کی ولادت موضع بازید پور گڑھول شریف قدیم ضلع مظفر پور اور موجودہ ضلع سیتامڑھی میں ہوئی، سن ولادت قرائن وقیاس کے مطابق ۱۲۹۴ھ مطابق ۱۸۷۷ء ہے، چھ سال کی عمر میں والدہ چل بسیں، دس سال کی عمر میں والد نے داغ مفارقت دیدیا، پرورش وپرداخت کی ذمہ داری بہنوئی پر آئی، جن کے نام کے ذکر سے تذکرے خاموش ہیں، فارسی اور عربی کی ابتدائی کتابیں دربھنگہ میں مولانا حکیم علی حسن چھیروی سے پڑھیں، متوسطات تک کی تعلیم مدرسہ اسلامیہ جامع العلوم چندوارہ مظفر پور میں پائی، شرح جامی کے سال ۱۳۱۰ھ ۱۸۹۲ء میں حفظ قرآن حافظ عبدالحلیم صاحب سے کیا، محراب سنایا، رمضان بعد دستار بندی ہوئی، اس زمانہ میں مظفر پور شہر میں مشہور عالم مولانا نصیر الدین احمد نصر (م ۱۹۱۳ء مطابق ۱۳۳۱ھ) تھے، حضرت گڑھولوی کا ان کے یہاں آنا جانا تھا اور وہ ذہنی، فکری اور علمی طور پر مولانا نصر سے مانوس تھے، چنانچہ ان کے مشورہ سے ۱۳۱۱ھ مطابق ۱۸۹۳ء میں اعلیٰ تعلیم کے لیے کانپور تشریف لے گئے، اس زمانہ میں مسجد رنگیان کانپور میں دارالعلوم کے نام سے ایک ادارہ چلتا تھا، اور مولانا احمد حسن کانپوری کا درس مشہور عام وخاص تھا، حضرت گڑھولویؒ نے ان کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا اور درس نظامیہ کی تکمیل کے بعد یہیں سے سند فراغ حاصل کیا، ۲۶/سال کی عمر میں ۱۳۱۸ھ میں حج بیت اللہ کے لیے تشریف لے گیے اور پورے دوسال وہاں قیام رہا، ۱۳۲۵ھ مطابق ۱۹۰۷ء میں حضرت مولانا سید عبدالغنی موضع محی الدین نگر ضلع دربھنگہ موجودہ ضلع سمستی پور کی دختر نیک اختر سے رشتہ ازدواج میں منسلک ہوئے، اس وقت آپ کی عمر تقریبا ۳۰/سال تھی، تصوف کی تعلیم حضرت مولانا غلام حسین کانپوری (م ۱۳۴۱ھ مطابق ۱۹۲۲ھ) خلیفہ خواجہ سراج الدین موسیٰ زی شریف سے پائی اور انہیں سے مجاز بیعت ہوئے، آپ کے چار نامور صاحب زادگان مولانا حافظ محمد ایوب (۱۹۴۴ء مطابق ۱۳۶۳ھ) حضرت مولانا مفتی محمد ادریس ذکا گڑھولوی (م ۱۹۹۳ء ۱۴۱۳ھ) مولوی محمد ذاکر الرحمٰن (م ۱۱/ذیقعدہ ۱۳۹۸ھ مطابق ۱۴/اکتوبر ۱۹۷۸ء) اور حضرت حافظ حکیم محمد سلمان صاحب (م ۹/شوال ۱۴۰۶ھ مطابق ۷/جون ۱۹۸۶ء) خاندانی روایات کے امین اور علوم ومعارف کی ترویج واشاعت میں حضرت کے جانشیں تھے، آپ کے خلفاء میں حضرت شاہ نوراللہ عرف پنڈت جی (م ۲۲/ربیع الاول ۱۳۷۸ھ مطابق ۲۷/دسمبر ۱۹۵۸ء) جو بعد میں پاکستان چلے گیے تھے، بہت مشہور ہوئے اوران کا فیض جاری وساری رہا، حضرت گڑھولوی اپنے بھائیوں میں منجھلے تھے، بڑے بھائی محمد فرخ حسین اور آپ سے چھوٹے بھائی محمد لطافت کریم تھے، ۱۹/محرم ۱۳۵۴ھ مطابق ۲۲/اپریل ۱۳۵۴ھ مطابق ۲۲/اپریل ۱۹۳۵ کو علم وفضل کا یہ آفتاب غروب ہوگیا، گاؤں کی مسجد کے جانب شمال متصل تدفین عمل میں آئی آپ کا شمار شمالی بہار کے قوی التاثیر بانسبت بزرگوں میں ہوتا ہے، جو بھی طلب صادق سے آیا، اس دربار سے محروم نہیں گیا، آپ کی پوری زندگی گڑھول شریف میں گذری، درس وتدریس اور لوگوں کی اصلاح میں وقت گذرا، علوم معقول ومنقول میں بڑی درسگاہ تھی، حضرت علامہ انورشاہ کشمیریؒ کے بارے میں منقول ہے کہ وہ انہیں علماء، محققین میں سمجھتے تھے اور عبداللہ پنجابی کی رائے میں وہ اپنے وقت میں اسرار قران کے بڑے واقف کار تھے، دوسری طرف منطق وفلسفہ میں اس قدر درک تھا کہ معاصر علماء کو کہتے سنا گیا کہ اگر وہ منطق کا درس دیتے تو وہ اس فن کے امام کی حیثیت سے مشہور ومعروف ہوتے۔

حضرت گڑھولویؒ متبع سنت تھے، اپنے باطنی احوال کے بیان اور کشف وکرامت کے ذکر سے بے زار رہتے، وہ صوفیا ومتقدمین کے طرز پر زندگی گذارتے اور اخفاء حال پر توجہ مرکوز رکھتے اخفا کا اس قدر اہتمام تھا کہ ان کے اندرونی احوال سے ان کے گھر والے بھی بے خبر تھے، مریدین، متوسلین کو تو ہوا بھی نہیں لگتی، ایک پنڈت جی جو بہت حد تک ان کے ہمراز تھے، وہ کچھ بتا سکتے تھے لیکن ان کی کیفیت جذبی نے راز درون خانہ کو فاش نہیں ہونے دیا، لیکن جن لوگوں نے آپ کے شب وروز کو دیکھا ہے، انہوں نے لکھا ہے کہ آپ شب زندہ دار تھے، تہجد کا غیر معمولی اہتمام تھا اور اوراد ووظائف کی کثرت اس قدر تھی کہ یا ایھا الذین آمنوا ذکروا اللہ ذکرا کثیرا کا مفہوم سمجھ میں آجاتا تھا، لباس متقیوں جیسا: لمبا کرتا، لنگی، کبھی کبھی پائجامہ، کپڑے کی گول ٹوپی، اور اس پر عمامہ ہوا کرتا تھا، وضو میں مسواک کا اہتمام کرتے اور بغیر عمامہ کے نماز پڑھنے سے گریز کرتے، جو لوگ سلسلے میں داخل ہوتے، ان کی تدریجا تربیت کرتے، اور تصوف کے سارے منازل طے کرادیتے، ان کے یہاں مراقب مشارب، مراقبہ روح، مراقبہ سر، مراقبہ خفی، مراقبہ اخفی، مراقبہ احدیت مراقبہ اقربیت، مراقبہ حبیت کا اہتمام تھا، اس کے ساتھ وہ مریدین کی روحانی ترقی اور رفع درجات کا خیال رکھتے۔

ظاہر ہے مولانا کا وصال والد ماسٹر محمد نورالہدیٰ رحمانی (م ۸/اگست ۱۹۱۷) کے بچپن میں ہی ہوگیا تھا، بلکہ والد صاحب بھی سن شعور کو نہیں پہونچے تھے، پانچ چھ سال کی عمر رہی ہوگی، ایسے میں میری ملاقات کا سوال ہی کہاں پیدا ہوتا ہے، لیکن میں نے حضرت کو تصور کی آنکھوں سے دیکھا ہے، خود کلامی کے طور پر ان سے سرگوشی کی ہے، ان کے مزار اقدس پر فاتحہ پڑھنے کی سعادت پائی ہے، اوران کے اوصاف وکمالات کے پرتو مولانا مظہر صاحب استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء کا رفیق حجرہ رہا ہوں، اور مولانا مظہر صاحب کی شکل میں، میں نے انہیں چلتا پھرتا دیکھا ہے، اوراگر دل کے آئینے میں تصویر یار کی موجودگی اور ایک ذرا گردن جھکا کر دیکھ لینے کی بات شاعرانہ مبالغہ آرائی نہیں تو میں کہہ سکتا ہوں کہ دل کے آئینے میں گردن جھکا کر میں نے کئی بار حضرت کی

کتابوں کی دنیا

تبصرہ کے لئے کتابوں کے دو نسخے آنے ضروری ہیں

پیام صبآ

: مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

کامران غنی صبآ (ولادت ۲۲/نومبر ۱۹۸۹ء) ام اے، بی ایڈ امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ کے سابق مفتی اور جریدہ امارت کے مدیر حضرت مولانا مفتی عثمان غنی صاحبؒ کے پڑپوتا پروفیسر حکیم سید شاہ علیم الدین بلخی ندوی، سجادہ نشیں خانقاہ بلخیہ (فتوحہ) کے نواسہ اور نامور صحافی جناب ڈاکٹر ریحان غنی اور سلمیٰ بلخی سابق اسسٹنٹ ٹیچر جالان ہائی اسکول پٹنہ کے ہونہار فرزند ہیں، تواضع انکساری، وضع داری، خاکساری، رکھ رکھاؤ خاندان سے انہیں ورثہ میں ملی ہے اور خوب ملی ہے، ان سے مل کر دل خوش ہوتا ہے اوران کی پرواز پر رشک آتا ہے، یہ اتفاق کی بات ہے کہ اس ہونہار اور خوب رو جوان کا قیام ان دنوں نصیر چک، پاتے پور ویشالی میں ہے، جہاں وہ اسکول میں استاذ ہیں، روایتی استاذ نہیں، بچوں کو کچھ دینے اوران کو آگے بڑھانے کے لیے سعی مسلسل اور جد وجہد علاقہ میں ان کی شناخت اور پہچان ہے۔ کام کی طرح دوستوں کا حلقہ بھی وسیع ہے، لیکن اخبارات دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جب تک مولانا محمد نظر الہدیٰ قاسمی اور ڈاکٹر منصور خوشتر کا نام نہیں آتا ان کا مثلث پورا نہیں ہوتا، مثلث نہ سمجھ میں آئے تو ''تربھوج'' سمجھ لیجئے۔

پیام صبا انہیں کامران غنی صبا کا پہلا مجموعہ کلام ہے، حمد نعت، منقبت کے ساتھ اس مجموعہ میں آزاد نظموں اور پابند غزلوں کی اچھی خاصی تعداد ہے، چوں کہ یہ ان کا پہلا مجموعہ ہے، اس لیے ایک سو چھپن صفحات کی کتاب میں ساٹھ صفحات میں ان کی شاعری پر لکھنے والوں کے مضامین شامل ہیں، جن میں سے بیش تر کامران غنی صبا کی مشہور آزاد نظم ''مجھے آزاد ہونا ہے'' کے تحلیل وتجزیہ، فکر کی رفعت، بیانات کی ندرت اور خیالات کی وسعت پر مشتمل ہے، ڈاکٹر اقبال واجد، ڈاکٹر عبدالرافع، ڈاکٹر منصور خوشتر، نسرین احسن فتحی، ڈاکٹر احسان عالم، سیدہ تسکین مرزا، انوارالحسن وسطوی، حسیب اعجاز عاشر، سیدہ زہرہ، عمران اور سلمان فیصل نے اس آزاد نظم پر کھل کر بحث کی ہے، اور بہت سارے ایسے نکات اٹھائے ہیں، جس سے دماغ روشن ہوتا ہے اور کامران غنی صبا کی شاعرانہ عظمت کا سکہ دل پر بیٹھ جاتا ہے، آزاد غزلوں اور نظموں کے حوالہ سے میں بدذوق واقع ہوا ہوں، اس لیے بات بہت سمجھ میں نہیں آتی، اس معاملہ میں نہ مظہر امام مجھے متاثر کر سکے اور نہ ثوبان فاروقی، قصور سارا اپنی بدذوقی کا ہے، ان باکمالوں کے فن کا نہیں۔ میری بدذوقی کو بالائے طاق رکھ کر ڈاکٹر عبدالرافع کے اس اقتباس سے اس نظم کو سمجھنے کی کوشش کیجئے، انہوں نے لکھا ہے کہ ''کامران غنی صبا نے اس نظم کی تخلیق کچھ اس طریقے سے کی ہے کہ ان کی خلاقانہ بصیرت، تعمیری فکر، حساس ذہنیت، فہم ودرک، باطنی کرب، کسک، جلن اور ادبی وسماجی شعور کو درشاتی ہے (کذا)'' اس نظم کا مرکزی خیال، بے ثباتی عالم اور انجام فنا ہے، شاعر پر یہ خیال اس قدر سوار ہے کہ وہ آزاد ہونا چاہتا ہے، دنیاوی آلائش سے، بھاگنا چاہتا ہے ایسی جگہ جہاں کوئی اسے پہچاننے اور جاننے والا نہ ہو، وہ چاہتا ہے کہ زمانہ بھر کی ہر خواہش سے آزاد ہو جائے، مجھے ان مصرعوں کو پڑھتے وقت غالب کی یاد آتی ہے۔

رہیے اب ایسی جگہ چل کر جہاں کوئی نہ ہو ہم نفس کوئی نہ ہو اور ہم نوا کوئی نہ ہو
پڑیے گر بیمار تو کوئی نہ ہو پرسان حال اور مر جایئے تو نوحہ خواں کوئی نہ ہو

انوارالحسن وسطوی نے لکھا ہے کہ ''آزاد نظم ہونے کے باوجود اس میں بے حد روانی ہے، نظم اوپر سے نیچے تک یعنی شروع سے آخر تک مربوط اور مسلسل ہے، یہی ربط وتسلسل اور موضوع کا ارتکاز نظم کو پُر اثر بناتا ہے، مصرعوں کی ترتیب اور بندشوں کے دروبست سے شاعر کی پختگی کا اندازہ لگتا ہے''۔ مجھ کم علم اور کم فہم کی رائے جاننی ضروری ہو تو سمجھ لیجئے کہ شاعر حالات سے گھبرا کر راہ فرار اختیار کرنا چاہتا ہے، یہ فرار کسی بھی جواں سال کی اولوالعزمی اور اسلامی تعلیم لا رہبانیۃ فی الاسلام کے منافی ہے، بے ثباتی عالم پر ایمان ویقین عمل صالح کی طرف رغبت کا ذریعہ بنے تو محمود اور رہبانیت کی طرف لے جائے تو ناپسندیدہ عمل ہے، اس نظم کے فنی محاسن سے قطع نظر فکر وتخیل کے اعتبار سے یہ اس نظم کا کمزور پہلو ہے، جس کی طرف ناقدین کی نگاہ نہیں گئی ہے۔ کتاب کا انتساب ''خدائے برتر کے نام'' ہے جس نے ذہن کو فکر رسا عطا کی، قلم کو جس نے وقار بخشا، قلم کو اعتبار بخشا، اصل کتاب صفحہ ۶۱ سے شروع ہوتی ہے، حمد ''التجا'' کے عنوان سے آزاد نظم کی ہیئت میں ہے، ایک منقبت حضرت حسینؓ پر ہے اور چار نعتیں ہیں، ان نعتوں کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ نعتیں ہیں، مناجات نہیں، کامران غنی صبا نے نعتوں میں نہ تو مناجات لکھی ہے اور نہ احد سے احمد کو ملانے کی بات کہی ہے، آج کے شعراء تو جب نعت لکھتے ہیں تو کب مناجات شروع کرتے ہیں، معلوم نہیں ہوتا اور کب احمد سے میم کا پردہ ہٹا کر احد سے ملا دیتے ہیں، پتہ ہی نہیں چلتا، کامران غنی صبا نے مقام نبوت اور مقام الوہیت میں فرق برقرار رکھا ہے، یہ قابل تحسین بھی ہے اور لائق تقلید بھی، ان کی خواہش یہ ہے کہ وہ ایک ایسی نعت پاک لکھنے میں کامیاب ہو جائیں جو ان کے گناہوں کی بخشش کے لیے واسطہ بن سکے، نعت کے بعد آزاد نظموں کا سلسلہ شروع ہوتا ہے، اس میں ایک تو وہی ہے جس پر پہلے خامہ فرسائی کر چکا ہوں، بقیہ نظمیں، فنا آغوش، وہ شمع اب خاموش ہے، محبت کی شہادت پر کبھی ماتم نہیں کرنا، امی کے نام، جنت کے پھول، ایک باپ کی بیٹے کو نصیحت، ہمارے گھر کو خطرہ ہے، منافق، شاعر وصوفیو عقل والو اٹھو، محبت اک عبادت ہے، اہل محبت کا پیغام، آزاد ہیئت میں ہیں، ان میں خیالات کی رفعت، الفاظ کی شوکت اور پیش کش میں ندرت ہے، عنوانات سے شاعر کے احساسات کا پتہ چلتا ہے، ان کے موضوعات میں تنوع ہے اور سب دین وشریعت کے آب زلال سے دھلے ہوئے ہیں، ایک گیت بھی ہندوستانی بچوں کے لیے ہے جو پابند شاعری کا اچھا نمونہ ہے، اس

امیر شریعت مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی رحمانی: حیات وخدمات

مولانا محمد شبلی القاسمی نائب ناظم امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ

قطب الاقطاب حضرت مولانا محمد علی مونگیرؒ بانی ندوۃ العلماء لکھنؤ انیسویں صدی کے نامور عالم دین، صاحب فیض بزرگ اور مرشد کامل گذرے ہیں، عرب وعجم نے آپ کے علوم ظاہری وباطنی سے اکتساب فیوض وبرکات کئے، سلسلہ نسب شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ سے ملتا ہے، آباء واجداد ہجرت کرکے کانپور منتقل ہو گئے، مولانا محمد علی مونگیر نے علوم ظاہری کے حصول کے بعد علوم باطنی وروحانی کی طلب میں مرجع خلائق حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی کی صحبت اختیار فرمائی۔۱۹۰۱ء میں پیرومرشد نے حضرت مونگیریؒ سے فرمایا ''محمد علی مونگیر چلے جاؤ، مونگیر میں تمہاری ضرورت ہے،'' پیر کا حکم پاکر ہمیشہ کے لئے کانپور سے مونگیر ہجرت کر گئے، ایسے آئے کہ دوبارہ کانپور واپس نہ ہوئے حالاں کہ مونگیر میں ستائیس سالوں کے بعد وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے، اس وقت مونگیر فتنوں کی آماجگاہ بن چکا تھا، اسلام مخالف تحریکات وہاں سے سر اٹھا رہی تھی، خاص طور سے قادیانیت کا فتنہ تیزی سے پھیل رہا تھا، آپ نے مونگیر کو رشد وہدایت کا مرکز بنایا اور خانقاہ رحمانی کی بنیاد ڈالی، اس کے ساتھ علوم نبویہ کی اشاعت اور درس وتدریس کے لئے جامعہ رحمانی قائم فرمایا، مونگیر میں رہ کر آپ نے ندوۃ العلماء لکھنؤ کی داغ بیل ڈالی، حضرت مونگیریؒ کے چار صاحبزادوں، مولانا لطف اللہ رحمانی، مولانا نوراللہ رحمانی، مولانا منت اللہ رحمانی، مولانا احمد علی رحمانی میں سے تیسرے فرزند حضرت مولانا منت اللہ رحمانی امیر شریعت رابع کو ملی وروحانی خدمات کی وجہ سے آفاقی شہرت ومقبولیت ملی، ۳۴ سالوں امارت شرعیہ کے امیر رہے، ۱۹۷۲ء میں آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ کا متحدہ پلیٹ فارم قائم کیا اور اس کے اول جنرل سکریٹری بنائے گئے، جمعیۃ علماء ہند کی بنیاد ڈالی، اپنی ایمانی فراست، سیاسی بصیرت اور جرأت مندانہ فیصلوں سے پورے ملک کے مسلمانوں کی تاحیات قیادت فرماتے رہے، مشکل حالات سے کبھی متأثر نہیں ہوئے، حکمراں وقت کے سامنے مرد آہن بن کر کھڑے رہے، حضرت امیر شریعت رابع کے دو فرزند ہوئے ایک کا نام ولی رحمانی اور دوسرے کا نام وصی رحمانی رکھا، بڑے صاحبزادے ولی رحمانی ہی آج مفکر اسلام، امیر شریعت بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ، جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ اور سجادہ نشیں خانقاہ رحمانی مونگیر ہیں گویا اپنے والد گرامی کے سچے جانشیں اور اسم بامسمیٰ ہیں، ایک مردم شناش عالم دین کے بقول ''مولانا ولی رحمانی میں مولانا منت اللہ رحمانی کے جذبۂ خدمت اور انداز تربیت کے بہت سے اداروں اور افراد کی شکل میں موجود ہیں، ان کی اقبال مندی اور آہ سحر گاہی کی ایک علامت ہیں، والد ماجد کا نقش جمیل اور فکر جمیل ان کے سراپا میں رچا بسا ہے، شکل وصورت میں والد کی طرح آواز وانداز میں ان کا مثنیٰ، عزم وحوصلہ ذہانت ولیاقت میں ان کی ایک یادگار ہیں، وہ چوتھائی صدی سے زیادہ اپنے والد ماجد کے زیر سایہ عملی زندگی کا تجربہ حاصل کرتے رہے، ایسا لگتا ہے کہ آنے والے ہندوستان میں جو دو چار ذی علم اور صاحب بصیرت عالم ہوں گے، ان میں مولانا منت اللہ رحمانی مرحوم کی زندہ یادگار مولانا محمد ولی رحمانی بھی ہوں گے'' اسی طرح کی بات حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نے کی تھی، نسبت کا منتقل ہونا میں نے پڑھا تھا، لیکن نسبت کو منتقل ہوتے عزیزم مولانا محمد ولی رحمانی میں دیکھا (ماخوذ از حیات ولی)

حضرت مولانا محمد ولی رحمانی کی پیدائش ۱۹۴۳ء میں مونگیر میں ہوئی، ابتدائی تعلیم رحمانیہ اسکول میں پائی اسکول کے ساتھ ساتھ اپنے والد گرامی سے بھی دینی علوم وفنون کا درس لیتے رہے پھر جامعہ رحمانی میں مشکوٰۃ شریف تک تعلیم حاصل کی اس کے بعد ندوۃ العلماء لکھنؤ اور دارالعلوم دیوبند سے علوم شرعیہ کی تکمیل کی اور ۱۹۶۶ء میں سند فضیلت پائی، وقت کے اجلہ علماء اور اکابر محدثین سے تلمذ کا شرف ملا، علامہ ابراہیم بلیاوی، شیخ الحدیث مولانا فخرالدین، مولانا عبدالصمد رحمانی، مولانا فخرالحسن دیوبندی جیسے اجلہ اساتذہ اور علماء ربانیین کی شفقت ومحبت اور خصوصی تربیت آپ کو حاصل رہی۔

تدریسی ذمہ داری:

فراغت کے بعد والد گرامی کے مشورہ سے جامعہ رحمانی میں استاذ مقرر ہوئے اور ایک دہائی تک وہاں درس وتدریس کا فریضہ پوری مہارت اور کمال کے ساتھ ادا کرتے رہے، علوم دینیہ میں عبور وکمال اور فقہ اسلامی میں یدطولیٰ اور آپ کی فقہی بصیرت کو دیکھتے ہوئے جامعہ رحمانی کے شعبہ افتاء کی ذمہ داری بھی آپ کے سپرد کی گئی اور آپ پانچ سالوں تک فنی مہارت کے ساتھ استفتاء کے جوابات دیتے رہے، آپ کی محنت ولگن اور علمی قابلیت کو دیکھتے ہوئے حضرت امیر شریعت رابع نے آپ کو جامعہ رحمانی کا ناظم تعلیمات مقرر کیا، آپ نے اپنے دور نظامت میں جامعہ رحمانی کے معیار کو کافی بلند کیا جس کی وجہ سے جامعہ کا نام مزید روشن ہوا، ناظم تعلیمات ہونے کی حیثیت سے آپ نے جو گراں قدر خدمات دیں وہ جامعہ کی تاریخ کا سنہرا باب ہے، جامعہ کے مکمل نظام کو آپ نے اپنی جدوجہد اور فکری صلاحیتوں سے چاک وچوبند اور نمونے کا بنا دیا، ناظم تعلیمات کی حیثیت سے آپ کی خدمات کے نقوش لائق تحسین اور قابل تقلید ہیں۔ الغرض آپ نے ایک مقبول اور کامیاب استاذ کی حیثیت سے جامعہ میں تدریسی خدمات انجام دیں اور باصلاحیت علماء کی کھیپ قوم وملت کے حوالہ کیا۔ آپ کے ان تلامذہ میں مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، مولانا عبدالسبحان رحمانی، مولانا نورالحق رحمانی، قاضی جسیم الدین رحمانی، مفتی سہیل احمد قاسمی اور مولانا محمد نعیم رحمانی کے نام اہم ہیں۔

تصنیفی خدمات:

حضرت کو اللہ تعالیٰ نے ادبی ذوق تصنیفی مہارت اور صاف ستھری تحریری صلاحیتوں کا بھی مالک بنایا ہے، آپ کی تحریروں سے ادب وصحافت کا درجہ کمال صاف عیاں ہوتا ہے، آپ کا ادبی تخیل شاندار ہے کم سے کم پیرائے

صحافت سے خصوصی دلچسپی اور گہری وابستگی ابتداء ہی سے آپ کو حاصل ایسی، دارالعلوم دیوبند کے زمانہ طالب علمی میں دیواری پرچہ کی ادارت کی ذمہ داری بحسن وخوبی انجام دی، آپ کے دیواری پرچہ کے حسن ترتیب، کتابت اور مضامین کے معیار نے آپ کو خوب مقبول بنایا، دارالعلوم کے اساتذہ بھی اس کی تعریف فرماتے، ۱۹۶۳ء میں عربی زبان میں ایک پرچہ النہضۃ کے نام سے جاری کیا، اپنے زمانہ طالب علمی ہی سے عربی زبان میں مضامین لکھنے اور عربی کا اردو زبان میں خوبصورت اور آسان ترجمہ فرماتے تھے۔ فراغت کے بعد مونگیر سے ایک ماہنامہ پرچہ ''صحیفہ'' کے نام سے جاری کیا، آپ کو بہار میں اردو صحافت کے میدان میں یہ شرف حاصل ہے کہ سب سے پہلا آفسیٹ پریس قائم کرکے ۱۹۸۴ء پٹنہ سے روزنامہ ''ایثار'' جاری کیا، جو تین سالوں تک مسلسل جاری رہا اور اہل علم ودانش اور مرد آگاہ کے درمیان کافی مقبول ہوا، امارت شرعیہ سے شائع ہونے والے ہفتہ وار نقیب کی بھی ادارت آپ کے سپرد رہی، آپ کے دور ادارت میں نقیب میں ہر اعتبار میں نکھار پیدا ہوا، اس کی افادیت میں غیر معمولی اضافہ ہوا، ترتیب وتزئین کی عمدگی کے ساتھ اس کے صفحات میں اضافہ فرمایا اور اس کے علمی ادبی اور صحافتی معیار کو بلند کیا۔

نقیب کا اداریہ اتنا معیاری بنایا کہ اس کی نقل ملک کے دیگر اخبارات ورسائل کیا کرتے تھے، آپ کی صحافت کا معیار کتنا بلند تھا، خود مولانا نے صحافت کے تعلق سے جو لکھا ہے اس سے اندازہ لگایئے لکھتے ہیں ''صحافت عبادت بھی ہے، تجارت بھی ضرورت بھی اور پیشہ بھی یہ کسی بھی ملک کا طاقتور ستون ہے، جو سماج کو رخ دیتا ہے، سماج کو اچھے برے کی تمیز سکھاتا ہے، اور اچھی روایتوں کا امین بھی، باتوں کا خوگر اور شریفانہ مزاج کی تشکیل کرتا ہے، یا پھر سماج کو بری راہوں کا جلوہ دکھاتا ہے، اور غلط سمت کی رہنمائی اور غلط مزاج کی آبیاری کرتا ہے، صحافی کی ملاقات ہر نئے سورج کے ساتھ نئے صفحات اور نئی لہروں پر دیکھنے والوں اور پڑھنے والوں سے ہوتی ہے وہ جیسا پڑھاتے ہیں اور جیسا پلاتے ہیں سماج پر اس کے بڑے گہرے اثرات پڑتے ہیں اور یہ روز روز کی ملاقات اپنا خوب اثر دکھاتی ہے۔

مذکورہ جملوں میں مولانا کی صحافت اور صلاحیت اور اس کے کمال کا پتہ چلتا ہے۔ مولانا کئی درجن کتابوں کے مصنف اور مؤلف بھی ہیں۔ جن میں چند کے نام یہ ہیں:

مدارس میں صنعت وحرفت کی تعلیم۔ خیر مقدم۔ شہنشاہ کونین کے دربار میں۔ حضرت سجاد: مفکر اسلام۔ یادوں کا کارواں۔ ممبئی ہائی کورٹ کا تازہ فیصلہ: عدالتی روایات کے پس منظر میں۔ آپ کی منزل یہ ہے!۔ بیعت عہد نبویؐ میں۔ تصوف اور حضرت شاہ ولی اللہ۔ مدارس اسلامیہ مشورے، خطرات اور اندیشے۔ مرکزی مدرسہ بورڈ اور اقلیتوں کی تعلیم۔ علماء کرام کے لیے ایک فکر انگیز خطاب۔ مجموعہ رسائل رحمانی۔ کیا 1857ء کی جدوجہد پہلی جنگ آزادی تھی؟۔ مفت اور لازمی حقوق تعلیم بچوں کا قانونی حق۔ مسلم پرسنل لا اور ہندوستانی قانون۔ ترمیم شدہ وقف ایکٹ: 2013ء۔ لڑکیوں کا قتل عام۔ سماجی انصاف عدلیہ اور عوام۔ مسلمانوں اور مدارس اسلامیہ پر وزارتی رپورٹ کے اثرات۔ وزارتی گروپ کی رپورٹ مدارس اور مسلمانوں کے خلاف۔ تابان درخشاں جاوداں۔ اقلیتوں کی تعلیم اور حکومت ہند کو چند عملی مشورے۔ اقلیتی تعلیمی کمیشن ایکٹ مختصر جائزہ۔ صبح ایک زندہ حقیقت ہے۔ طلاق بل، شادی مبارک۔ جب رشتہ ٹوٹتا ہے۔ اسلام نے عورت کو کیا دیا۔ عورتوں کے لئے اسلام کے تحفے۔ عقیقے کی سنت ادا کیجئے۔ پینا حرام ہے۔ دختر کشی کی لعنت۔ اس کے علاوہ بھی دیگر تالیفات وتصنیفات طبع ہوکر مقبول عوام وخواص ہوئے۔

ولایت وخلافت:

ہندوستان میں جن اہل اللہ اور جن خانقاہوں کے ذریعہ دین پھیلا اور مسلمانوں میں اصلاحی پائے ان میں خانقاہ رحمانی مونگیر سرفہرست ہے، جسے قطب الاقطاب حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ نے ۱۹۰۱ء میں قائم فرمایا اسی وقت سے اس خانقاہ کا فیض پورے ملک کو پہونچ رہا ہے، لاکھوں مسلمانوں نے یہاں کے بزرگوں اور سجادہ نشیں کی صحبت سے اپنی آخرت سنواری اور تصوف وسلوک کے مقتدا بنے، حضرت مونگیری کے بعد حضرت مولانا لطف اللہ رحمانی ان کے انتقال کے بعد امیر شریعت رابع حضرت مولانا منت اللہ رحمانی سجادہ نشیں ہوئے آپ سے بھی لاکھوں لوگوں نے تزکیہ قلوب کئے، اور معرفت میں اعلیٰ مقام پایا، حضرت امیر شریعت رابعؒ کے وصال کے بعد ۱۹/مارچ ۱۹۹۱ء کو بعد نماز فجر آپ کو متفقہ طور پر سجادہ نشیں بنایا گیا، خانقاہ رحمانی کی روایت کے مطابق قطب عالم مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی نوراللہ مرقدہ کی ٹوپی اور مولانا محمد علی مونگیری علیہ الرحمٰن کا عمامہ آپ کے سر پر باندھا گیا، آپ نے سجادہ نشینی کو قبول کیا، اور نہ صرف خانقاہ کی عظمت دستار کو باقی رکھا، بلکہ اس میں اضافہ فرمایا، خانقاہ کے علمی، دینی، فلاحی اور تحریکی کاموں کو وسعت عطا کیا، سجادہ نشیں بننے کے بعد سالانہ اور ماہانہ درود شریف کی مجلس کا اہتمام کیا، جس سے لاکھوں خلق خدا کو فائدہ پہونچ رہا ہے، اس عمل سے مسلمانوں خاص طور سے آپ کے متوسلین میں درود شریف کی کثرت کی عادت پیدا ہوئی، آپ معتقدین اور مریدین پورے ملک بلکہ بیرون ملک میں بھی پھیلے ہوئے ہیں، جن کی تعداد اس وقت دس لاکھ کے قریب ہے۔

جامعہ رحمانی:

۱۹۹۱ء میں حضرت مولانا منت اللہ رحمانی علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد جامعہ رحمانی کے استحکام، تعلیم وتعلم اور انتظام وانصرام کی جملہ ذمہ داری آپ کے کندھوں پر آگئی۔ حضرت نے اس ذمہ داری کو بحسن وخوبی نبھایا اور

جان اور زندگی اللہ کی امانت ہے!

مولانا سید احمد ومیض ندوی

گذشتہ دنوں ملک کی عدالتِ عظمیٰ نے ایک اہم فیصلہ دیتے ہوئے زندگی بچانے کی خاطر مصنوعی آلات کے سہارے جینے پر مجبور یا بسترِ مرگ پر پڑے لاعلاج افراد کے لیے عزت کے ساتھ مرنے کا حق تسلیم کرتے ہوئے ناقابل برداشت اور دردناک بیماری سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے بالواسطہ اور حسبِ خواہش موت اور زندگی سے متعلق وصیت (لیونگ ول) کو قانوناً جائز قرار دیا ہے، چیف جسٹس آف انڈیا دیپک کمار مشرا، جسٹس اے کے سیکری، جسٹس اے ایم کھانڈ ویلکر، جسٹس ڈی وائی چندر چون اور جسٹس اشوک بھان پر مشتمل ایک آئینی بینچ نے باعزت موت کے حق کو بھی بنیادی حق قرار دیا، ایک غیر سرکاری تنظیم کامن کاز کی عرضی پر سماعت کرتے ہوئے آئینی بینچ نے ہمدردانہ موت کی ایک شکل کو جسے پیسیو ایتھونیزیا کہا جاتا ہے جائز ٹھہرایا اور اس پر عمل درآمد کے لیے کچھ اُصول اور طریقے بھی مرتب کئے، عدالت نے اپنے فیصلہ میں کہا کہ زندگی بچانے والے مصنوعی سسٹم کے سہارے بسترِ مرگ پر طویل مدت سے پڑے شخص پر اگر کسی دوا کا کوئی اثر نہیں ہو رہا ہو یا اس کے زندہ رہنے کا کوئی امکان نظر نہیں آرہا ہو، تو بالواسطہ حسبِ خواہش موت کی عرضی پر ڈاکٹر اور اس کے خاندان کے افراد مل کر فیصلہ کر سکتے ہیں اور اس کے لیے کسی کو بھی قتل کا ملزم نہیں سمجھا جائے گا، عدالتی بینچ نے لیونگ ول کے سلسلہ میں بھی واضح کیا کہ عزت کے ساتھ موت کا حق فرد کا بنیادی حق ہے، اگر بسترِ مرگ پر پڑے کسی شخص نے پہلے سے لیونگ ول تیار کر رکھی ہے، یا پہلے سے ہی کوئی تحریری ہدایت دے رکھی ہے اور اس کے بچنے کا امکان بالکل معدوم ہو تو علاج کرانے والے ڈاکٹر اور افراد خاندان مل کر لائف سپورٹ سسٹم کو ہٹانے کا فیصلہ کر سکتے ہیں؛ تاکہ وہ شخص گھٹ گھٹ کر مرنے کے بجائے باعزت طور پر موت کو گلے لگا سکے، عدالت نے کہا کہ نیم بیہوشی کی حالت میں طویل مدت تک بستر پر پڑے ایسے مریض جنھوں نے زندگی کے سلسلہ میں کوئی وصیت پہلے سے تیار نہیں کر رکھی ہے، یا کوئی پیشگی ہدایت نہیں دی ہے، انھیں بھی ڈاکٹروں اور افرادِ خاندان کے اتفاق رائے سے لائف سپورٹ سسٹم سے ہٹا کر بالواسطہ حسبِ خواہش موت دی جاسکتی ہے اور اس کے لیے کوئی بھی شخص ملزم نہیں بنے گا، البتہ ہمدردانہ قتل کی دوسری قسم جسے ایکٹیو ایتھونیزیا کہا جاتا ہے، جس میں زندگی سے پریشان شخص کو زہریلا انجکشن دے کر یا دیگر کسی طریقے سے اس کی زندگی ختم کردی جاتی ہے، عدالتِ عظمیٰ نے اس کی اجازت نہیں دی، عدالت کی صراحت کے مطابق اگر ایتھونیزیا کی یہ دوسری شکل اختیار کی جاتی ہے تو یہ خودکشی یا قتل کے زمرے میں آئے گا۔ ہمدردانہ موت: جسے انگریزی میں ایتھونیزیا، اردو میں قتل بہ جذبہ رحم اور عربی میں القتل بدافع الشفقة کہا جاتا ہے، دراصل مغربی معاشرے کی دین ہے، یہ طریقہ اسلامی اور مشرقی روایات سے میل نہیں کھاتا، ہمدردانہ موت کی اب تک چار معلوم اقسام سامنے آئی ہیں، جن میں پہلی قسم پیسیو ایتھونیزیا ہے، جسے بالواسطہ یا غیر فعال ہمدردانہ قتل کہا جاتا ہے، دوسری قسم ایکٹیو ایتھونیزیا ہے، جسے راست موت کہا جاتا ہے، تیسری قسم رضا کارانہ اور چوتھی غیر رضا کارانہ ہے، ہمدردانہ موت کی ان چاروں صورتوں میں نہایت دقیق فرق پایا جاتا ہے، جس میں تھوڑی سی سرد مہری یا غفلت آدمی کو قتل کا مجرم بنا سکتی ہے۔

ہمدردانہ موت یا قتل بہ جذبہ رحم بنیادی طور پر اُن خرافات میں سے ہے جو مغربی معاشروں سے مشرق میں در آئے ہیں، بظاہر مریض سے ہمدردی کا حسین عنوان ہے کہ اس راستے سے اُسے تکلیفوں سے نجات دلائی جاتی ہے؛ لیکن اُس کا اصل مقصد ایسے شخص سے چھٹکارا حاصل کرنا ہے، جو اہل مغرب کی نظر میں انسانی معاشرہ پر بوجھ بنا ہوا ہے، اور جس کے وجود سے انسانی معاشرے کو کوئی فائدہ نہیں ہے، مغربی فکر یہ ہے کہ جس انسان کا معاشرہ میں کوئی حصہ نہیں ہے، اُسے معاشرے میں؛ بلکہ دنیا میں جینے کا کوئی حق نہیں، لاعلاج مریض چوں کہ اپنی اس حالت کی وجہ سے کسی کو فائدہ نہیں پہنچا سکتا ہے؛ بلکہ وہ مجبوری کے سبب کو دوسروں کو بھی اپنی خدمت میں مشغول کیا ہوا ہے؛ اس لیے اسے دنیا میں رہنا نہیں چاہیے، مغرب میں اولڈ ایج ہوم کے فروغ کے پیچھے یہی فکر کارفرما ہے، گھر کے بوڑھے افراد اور ضعیف والدین کی خدمت کو بوجھ خیال کر کے اولڈ ایج ہوم کے حوالے کر دیا جاتا ہے، اِس قسم کی سوچ غیر اسلامی ہونے کے ساتھ غیر انسانی بھی ہے، کسی لاعلاج مریض کو اس طرح موت کی نیند سلا دینا اور اس سے ہمیشہ کے لیے نجات پانے کی تمنا کرنا اسلامی نقطہ نظر سے کئی پہلوؤں سے نامناسب اور غلط ہے، اول یہ کہ اسلام بیماروں کی خدمت اور تیمارداری کو دنیا و آخرت میں بڑی سعادت کی چیز قرار دیتا ہے، احادیث میں آتا ہے کہ لوگوں کو ان کے گھر میں رہنے والے ضعیفوں اور بیماروں کی وجہ سے رزق دیا جاتا ہے، ارشادِ نبوی ہے: ''هل تنصرون وترزقون إلا بضعفائكم'' (بخاری شریف) ضعیفوں اور کمزوروں ہی کی برکت سے تمہاری مدد کی جاتی ہے اور تمہیں روزی پہنچائی جاتی ہے، گھر کا کوئی فرد مرد یا خاتون لاعلاج مرض میں مبتلا ہو جائے تو وہ گھر والوں پر بوجھ نہیں ہوتا؛ بلکہ اس کی ذات سے اہل خانہ دنیا میں نصرتِ الٰہی کے مستحق ہوتے ہیں اور اُس کی خدمت کر کے آخرت میں سرخروئی پاتے ہیں، خاندان کے بوڑھے اور بیمار ماں باپ کی خدمت اِس قدر اونچا عمل ہے کہ اس کے لیے نبی رحمت ﷺ نے جہاد میں شرکت کی اجازت نہیں دی، ایک صحابی جہاد کی اجازت لینے کے لیے خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے، آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: کیا تمہارے والدین موجود ہیں؟ انھوں نے عرض کیا: ہاں، اُس پر آپ نے ارشاد فرمایا کہ انہی کی خدمت میں جد و جہد کرو۔ (بخاری شریف) حضرت عثمانؓ کو رسول اللہ ﷺ نے غزوہ بدر میں شرکت سے محض اس لیے روکا کہ اُن کی اہلیہ حضرت رقیہ بیمار تھیں، اور وہ ان کی تیمارداری میں مصروف تھے، جب کوئی مسلمان کسی بیمار کی عیادت کے لیے جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ ندا لگائی جاتی ہے کہ تو نے اچھا کیا اور تیرا چلنا مبارک ہو اور تو نے جنت میں اپنا ٹھکانا بنا لیا، بوڑھے اور بیمار والدین کی اولاد خدمت کرتی ہے تو اُس

جہاں تک شدید تکلیف میں مبتلا مریض کے لیے شدت تکلیف کو برداشت کرنے کی بات ہے تو یہ بات جان لینا چاہیے کہ بیماری مریض کے لیے اگر وہ صبر کرے تو گناہوں کے کفارے کا ذریعہ ہے، جلد بازی سے کام لے کر موت کو گلے لگانے کے بجائے صبر کا دامن تھام لینا چاہیے، بیماری ایک مومن کے لیے بہت ساری بشارتوں کا سبب ہے، بخار کے تعلق سے نبی رحمت ﷺ نے فرمایا کہ وہ جہنم کی آگ سے تحفظ کا ذریعہ ہے، ایک حدیث میں نبی رحمت ﷺ نے فرمایا: مومن کو ایک معمولی کانٹے کی چبھن سے ہونے والی تکلیف پر بھی اجر دیا جاتا ہے (ریاض الصالحین ص: ۹۳) ایک حدیث میں ارشاد نبوی ہے کہ کل قیامت کے دن جب بیماروں اور اہل مصیبت کو ان کے صبر پر اجر دیا جائے گا اور اہل عافیت اسے دیکھیں گے تو تمنا کریں گے کہ کاش دنیا میں ہم پر بھی آفتیں آتیں اور ہم بھی اجر کے مستحق ہوتے، بیماری کی وجہ سے جو بندہ جس قدر تکلیف میں مرتا ہے اسی قدر اس کے گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے؛ اس لیے کسی مریض کو مرض کی تکلیف سے بے برداشت ہو کر جلد بازی میں کوئی خلافِ شرع حرکت نہیں کرنی چاہیے۔

لاعلاج بیماری کی صورت میں موت کو یقینی سمجھنا بندوں کی سوچ ہے؛ ورنہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے لیے کوئی مرض لاعلاج نہیں ہے، مریض کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر اعتماد رکھے اور یقین کرے کہ بڑی سی بڑی بیماری کو اللہ تعالیٰ زائل کر سکتے ہیں، جس بیمار کی موت ہمیں بظاہر یقینی نظر آرہی ہے، کیا بعید ہے اُسے اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے شفا عطا فرمائیں، نبی رحمت ﷺ کا ارشاد ہے کہ کوئی مرض ایسا نہیں کہ جس کی اللہ نے شفا نہ رکھی ہو؛ اس لیے مسلمان بیمار کو چاہے بیماری کتنی ہی مہلک ہو اللہ تعالیٰ سے مایوس نہیں ہونا چاہیے، ہمدردانہ موت دراصل اُس مغربی معاشرے کی سوچ ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کی غیبی قدرت پر یقین نہیں رکھتا، اِس کے برخلاف اسلامی فکر یہ ہے کہ بندے کو بڑی سی بڑی آفت اور سخت سے سخت بیماری میں اللہ سے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔

ہمدردانہ قتل کے بارے میں غور وفکر کا ایک زاویہ یہ بھی ہے کہ جان اور زندگی پر انسان کی اپنی ملکیت نہیں ہے، یہ انسان کے پاس اللہ تعالیٰ کی امانت ہے، انسان خود اپنی جان کا مالک نہیں ہے؛ اس لیے انسان کو یہ اختیار نہیں کہ وہ اپنی مرضی سے اپنی جان ختم کر لے، یہی وجہ ہے کہ اسلام میں خودکشی حرام ہے، اور خودکشی کرنے والے کے لیے سخت عذاب کی وعید سنائی گئی ہے، مثلاً نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص اپنے آپ کو دھار والے آلہ سے ہلاک کر لے گا تو یہ آلہ قیامت کے دن اس کے ہاتھ میں رہے گا، جس کو وہ ہمیشہ دوزخ میں اپنے پیٹ میں گھوپتا رہے گا (بخاری شریف) خودکشی کے حرام ہونے کے لیے ضروری نہیں کہ وہ مہلک ہتھیار ہی سے خودکشی کرے، زہر پی کر یا زہریلا انجکشن لے کر خودکشی کر لے گا تو یہ بھی خودکشی میں داخل ہوگا، حدیث شریف میں آتا ہے: ''ومن تحسىٰ سما فقتل نفسه فسمه في يده يتحساه في نار جهنم خالدا مخلدا فيها ابدا'' (بخاری شریف) یعنی جو شخص زہر کھا کر خودکشی کر لے اللہ تعالیٰ قیامت میں وہی زہر اس کے ہاتھ میں دے گا، وہ ہمیشہ اسے پیتا رہے گا، جو مریض اللہ کے فیصلہ پر صبر کرنے کے بجائے اگر اپنے اختیار کو استعمال کر کے خودکشی کر لیتا ہے تو گویا وہ خود کو دوزخ کا سزاوار ٹھہرا رہا ہے، رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں اس قسم کا ایک واقعہ پیش آیا، حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ غزوہ؟ حنین کے موقع پر ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے، آپ ﷺ نے ایک ایسے آدمی کے تعلق سے جو اسلام کا دعویدار تھا یہ پیشین گوئی فرمائی کہ وہ دوزخی ہے، جب میدان کارزار گرم ہوا تو اس شخص نے خوب دادِ شجاعت دی اور خوب لڑتا رہا ہے، اِس دوران اسے ایک کاری زخم لگا، رات ہوئی تو وہ اپنے زخم پر صبر نہ کر سکا اور اپنے آپ کو قتل کر ڈالا۔ (مسلم شریف) اسی طرح مسلم شریف ہی میں پچھلی امتوں کے ایک شخص کا واقعہ ذکر کیا گیا ہے کہ اس کے جسم پر کوئی پھوڑا نکل آیا جب وہ اسے ستانے لگا تو اس نے اپنے ترکش سے تیر نکالا اور کریدا، جس سے بدن کا سارا خون بہنے لگا، یہاں تک کہ اس کا انتقال ہو گیا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس پر جنت حرام ہے، ایکٹیو ایتھونیزیا میں مریض کو موت کے منہ میں ڈھکیلنے کے لیے عمداً ضرورت سے زائد دوا دی جاتی ہے جو کہ مریض کے لیے مضر اور زہر کا اثر کرتی ہے، شریعتِ اسلامی میں ہر ضرر رساں مادے کے استعمال کی ممانعت ہے، سورہ نساء میں ارشاد ربانی ہے: ولا تقتلوا انفسكم اپنی جانوں کو قتل مت کرو، اسی طرح سورہ بقرہ میں ارشاد ہے: ولا تلقوا با؟ دیکم إلى التهلكة اپنے ہاتھوں سے خود کو ہلاکت میں نہ ڈالو، زہر آلود دواؤں کے بارے میں فقہاء کی صراحت ہے کہ اگر ان کے استعمال سے عموماً موت یا جنون لاحق ہو جاتا ہے تو ان کا پینا جائز نہیں، چنانچہ الفقہ الاسلامی وادلتہ کے مصنف لکھتے ہیں: ''الادوية السامة، قال الحنابلة في الاصح ما فيه السموم من الادوية إن كان الغالب من شربه واستعماله الهلاک به او الجنون لم يبح شربه'' (۶۲۶۲/۴) زہر آلود دواؤں کے بارے میں حنابلہ کا صحیح ترین قول یہ ہے کہ اگر ان کے استعمال سے ہلاکت یا جنون کا غالب امکان ہے تو ان کا پینا جائز نہیں، جہاں تک غیر فعال ایتھونیزیا کا تعلق ہے، جس میں مریض کو موت سے دوچار کرنے کے لیے علاج ومعالجہ اور دوا ترک کی جاتی ہے تو اس کے شرعی حکم کے سلسلہ میں ملک کے ممتاز فقیہ اور نامور عالم دین حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب دامت برکاتہم تحریر فرماتے ہیں: جو بات زیادہ درست معلوم ہوتی ہے وہ یہی ہے کہ مقصود رشتہ زندگی کو جلد ختم کر دینا ہو تو علاج پر قدرت کے باوجود علاج ترک کر دینا جائز نہیں؛ کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے علاج کی حوصلہ افزائی فرمائی ہے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: يا عباد الله تداووا فإن الله لم يضع داءً إلا وضع له شفاءً (سنن الترمذی، حدیث نمبر: ۲۷۱۲) رہ گیا علاج کا مباح ہونا تو جو چیزیں جائز ہوتی ہیں وہ مقصد کے تابع ہوتی ہیں، اگر کسی خلافِ شرع مقصد کے لیے اس کو کیا جائے تو وہ گناہ کے دائرہ میں آجائیں گی، جیسے بازار جانا مباح ہے لیکن اگر کوئی شخص شراب پینے کے لیے بازار جائے تو شراب پینا تو

کرناٹک میں مسلم رائے دہندگان کا موقف

محمد احمد خان بنگلور

ریاست کرناٹک جنوبی ہند کی ایک اہم ریاست ہے جس کی ترقی میں دیگر اقوام کی طرح مسلمانوں کا بھی کافی اہم کردار رہا ہے۔ ریاست کرناٹک کے مسلمان دیگر ریاستوں کے مسلمانوں کے بہ نسبت کافی تعلیم یافتہ اور باشعور ہیں۔ لیکن جہاں تک بات سیاسی شعور کی آتی ہے ان کا حال بھی ملک کی دیگر ریاستوں کے مسلمانوں کی طرح ہی ہے۔ بی جے پی اور دیگر بھگوا تنظیمیں یوپی، ایم پی، مہاراشٹرا اور ملک کی دیگر ریاستوں میں جس طرح مسلم ووٹوں کو پولرائزڈ کر چکی ہیں اور اقتدار پر قبضہ جما چکی ہیں اس کا مظاہرہ حال ہی میں ہوا ہے۔ اس سارے معاملہ میں جو افسوسناک پہلو ہے وہ یہ ہے کہ مسلمانوں کی قیادت اور مسلمان ووٹرس اس معاملہ کی سنگینی سے بے بہرہ ہیں اور وہ سیاسی طور پر بھی اختلاف رائے کا شکار ہیں جس کی بنا پر مسلمانوں میں قیادت کا فقدان پھر ایک مرتبہ ابھر کر سامنے آ رہا ہے۔ کرناٹک کی قانون ساز اسمبلی کے لیے آنے والے مئی میں الیکشن ہونے والے ہیں اور اس کے لیے ریاست میں تیاریاں جاری ہیں اور دوسری جانب سیاسی جماعتیں بھی اپنے اپنے طور پر مسلمانوں کے ووٹ کے حصول کے لیے کوشاں ہیں۔ جہاں ریاست کی سیاسی جماعتیں کانگریس اور جے ڈی ایس مسلمانوں کے ووٹوں کو حاصل کرنے کی تگ ودو میں ہیں وہیں بی جے پی مسلمانوں کے ووٹوں کے حصول کے بجائے ان کے ووٹوں میں پھوٹ ڈال کر کامیابی حاصل کرنے کی اپنی پالیسی جس پر وہ ۲۰۱۴ء سے عمل پیرا ہے، کام کر رہی ہے۔ سب سے پہلے ساحلی کرناٹک اور اتر کنڑا ضلع میں ہندو مسلمانوں میں منافرت پیدا کر کے اس کا سیاسی فائدہ اٹھانے کی بی جے پی نے بھرپور کوشش کی۔ وہ تو ریاست کے وزیر داخلہ کی سخت پالیسی کی بنا پر بی جے پی کو اپنے مقاصد میں کامیابی نہیں ملی۔ خواہ وہ ٹیپو جینتی ہو یا نام نہاد ہندو تنظیموں سے منسلک نوجوانوں کے قتل کا معاملہ ہو۔ جس طور پر بی جے پی نے قتل کے واقعات کو جوڑ کر اس کا سیاسی فائدہ اٹھانے کی کوشش کی اور مہلوک افراد کا اپنی پارٹی کا یا آر ایس ایس کا کارکن ظاہر کرنے کی کوشش کی اس سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ بی جے پی ان معاملات کو کس قدر سنجیدگی سے لے رہی ہے جب کہ دوسری جانب مسلم نوجوانوں کو بھی اتنی ہی تعداد میں قتل کر دیا گیا مگر مسلمانوں کی جانب سے اس قسم کی کوئی کوشش نہیں ہوئی ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ بے حسی کی کس سطح پر مسلمان پہنچ چکے ہیں۔ کانگریس اور جے ڈی ایس کی سوچ کے برعکس بی جے پی کے صدر امیت شاہ کا دماغ چل رہا ہے۔ وہ مسلمانوں کو بی جے پی کی جانب راغب کرنے کے بجائے، یہ تاثر دے رہی ہے کہ مسلم ووٹوں پر وہ کبھی بھی انحصار نہیں کر رہی ہے۔ اس سے بی جے پی کی سخت ہندوتوا پالیسی کا اظہار ہو رہا ہے۔ بی جے پی کے اپنے مقصد میں کامیاب ہونے کے صدفی صد امکانات اس لیے بھی روشن نظر آ رہے ہیں کیوں کہ سیاسی شعور سے عاری مسلمان فرقوں اور ٹکڑوں میں بٹے ہوئے ہیں اور ان میں اتحاد کا فقدان ہے جس کا فائدہ بی جے پی نے یوپی جیسے مسلم اکثریتی والے اضلاع میں بھی حال ہی میں منعقدہ الیکشن میں حاصل کیا ہے۔ بی جے پی نے مسلم ووٹوں پر انحصار کرنے کے بجائے مسلمان ووٹوں پر توجہ ہی نہیں دی ہے اور اس نے ان ووٹوں کو جو بادشاہ گر موقف میں ہیں پھوٹ ڈال کر انھیں بے قیمت و بے وقعت کرنے کی پالیسی اپنائی ہے۔ اسی سبب اس نے نہایت ہی چالاکی سے ایسی پالیسی اختیار کی ہے جس کی جانب مسلمانوں کا خیال شاذونادر ہی جا سکتا ہے۔

بی جے پی نے اس کام کے لیے چند مسلم علاقائی سیاسی جماعتوں کو منتخب کیا۔ جیسا کہ وہ یوپی میں کر چکی ہے۔ یوپی میں اس نے کل ہند مجلس اتحاد المسلمین کو اس کام پر مامور کیا تھا جس نے نہایت جانفشانی سے بی جے پی کے عزائم کو پورا کیا اور اس طرح مسلم ووٹ پھوٹ گئے اور مسلم اکثریتی علاقوں سے بی جے پی کا امیدوار جیت گیا اور اس طرح بی جے پی کو ٹھوس ہندو ووٹ حاصل ہوئے۔ بی جے پی نے اپنی امیج اس طرح بنائی ہے کہ وہ ہندو برادری کے دماغوں میں جا گھسی ہے اور اس تاثر کے ساتھ کہ وہی اصل میں ہندوؤں کے مفادات کی نگران ہے جب کہ بی جے پی کو نہ ہندوؤں سے لینا دینا ہے اور نہ ہی ملک کے سیکولر خیالات سے۔ اقتدار حاصل کرنے کے بعد ملک کی دیگر ریاستوں میں جہاں جہاں بی جے پی کی حکومتیں قائم ہوئی ہیں جس طرح اقلیتوں اور دیگر سیاسی نظریات مخالفین کے ساتھ سلوک کیا جا رہا ہے وہ اظہر من الشمس ہے۔

کرناٹک کے آنے والے الیکشن میں اے آئی ایم آئی ایم نے کم از کم ۶۰/امیدوار کھڑا کرنے کا اعلان کیا ہے۔ واضح رہے کہ یہ وہ 60 انتخابی حلقہ جات ہیں جہاں سے واضح طور پر سیکولر امیدوار جیت سکتا ہے اور یہ تمام حلقہ جات مسلم اکثریت والے حلقے ہیں اور ان میں ہندو ووٹ بھی ہیں مگر وہ اقلیت میں ہیں۔ ان علاقوں میں آیا کانگریس یا جے ڈی ایس کے امیدواروں نے فتح حاصل کی ہے۔ 224 ارکان والی اسمبلی میں بی جے پی نے 150 نشستوں پر قبضہ جمانے کا منصوبہ بنایا ہے۔ اس نے کانگریس سے پاک کرناٹک کا مشن شروع کیا ہے۔ اس مشن کو اگر کوئی پشت سے کامیاب کرنے کی کوشش کر رہا ہے تو وہ اے آئی ایم آئی ایم ہے۔ اس کے ریاستی سکریٹری عثمان غنی نے حال ہی میں کہا ہے کہ ہم نے شمالی کرناٹک میں اب تک 28 حلقوں کو منتخب کیا ہے اور ہم مزید 32 حلقوں میں اپنے امیدواروں کو کھڑا کرنے والے ہیں۔ مجلس کی جانب سے اس اعلان سے نہ تو کرناٹک کے مسلمانوں کو فائدہ ہوگا اور نہ کرناٹک کی سیاست کو بلکہ اس سے الٹا بی جے پی کو فائدہ ہوگا اور اس کے امیدوار راست طور پر جیت جائیں گے اور مجلس نہ تو کانگریس کو اور نہ ہی دیگر کسی اور سیکولر پارٹی کو جیتنے دے گی۔ مجلس ایک معنوں میں جس طرح یوپی اور دیگر ریاستوں میں بی جے پی کی مدد کر چکی ہے وہی کام وہ کرناٹک میں کرنے کی خواہاں ہے۔ مجلس کی بے شعور و بے سمت سیاست سے نہ تو یوپی میں بھلا ہوا اور نہ ہی دیگر ریاستوں میں اسی طرح کرناٹک میں بھی وہ بی جے پی کو فائدہ پہنچانے کی کوشش کر رہی ہے۔ مجلس کو چاہیے کہ وہ دیگر ریاستوں کی سیاست میں داخل ہونے کے بجائے پہلے پورے آندھرا پردیش اور پورے تلنگانہ کو اپنے قبضے میں لے اور وہاں پر

جہاں جہاں بھی گئے ہیں وہاں وہاں پر انھوں نے اپنی اشتعال انگیز تقاریر سے سماج میں ایک نئی طرز کی سیاست کی داغ بیل ڈالی ہے۔ واضح رہے کہ اتر کنڑا کے پے در پے ہوئے قتل عام کے واقعات کے بعد ممکنہ طور پر فرقہ وارانہ فسادات کے پھوٹ پڑنے کے امکانات تھے مگر کانگریس حکومت کی سخت پالیسی نے اس قسم کے کسی بھی ناخوشگوار واقعات کو رونما ہونے نہیں دیا اور لوگوں کی جان و مال اور املاک کو محفوظ رکھا۔ ہمارا خیال ہے کہ کانگریس نے اگرچہ مسلمانوں کو آبادی کے تناسب سے نہایت قلیل نمائندگی دی ہے مگر اس کے باوجود بھی کانگریس نے کم از کم مسلمانوں کے مفادات اور فرقہ وارانہ فسادات کی روک تھام اور سخت گیر دائیں بازو کی ہندو تنظیموں پر لگام لگائی ہے جنھوں نے ساحلی شمالی کرناٹک کے حساس علاقوں میں آگ لگانے کا کام بخوبی انجام دیا تھا مگر کانگریس کی بروقت کوششوں سے اس کوشش کو ناکام بنا دیا گیا تھا۔

جے ڈی ایس اور کانگریس دونوں پارٹیاں اقتدار کے حصول کے لیے جان توڑ کوشش کر رہی ہے۔ جے ڈی ایس کو اندرونی بغاوتوں کا سامنا ہے جب کہ کانگریس کے پاس ایک ایسا ہتھیار ہے جس کی مدد سے وہ آنے والے الیکشن میں کامیابی کا رتھ اپنے ہاتھ میں رکھ سکتی ہے اور وہ ہے ترقی۔ کانگریس اپنے ترقیاتی کاموں کو سامنے رکھتے ہوئے عوام کو اس بات کا احساس دلانے کی کوشش کرے گی کہ وہ ترقی کے نام پر ووٹ مانگ رہی ہے اور اس نے گزشتہ الیکشن میں جو وعدے عوام سے کیے تھے انھیں مکمل طور پر پورا کیا ہے۔ اس سارے ڈرامے کے پس پردہ یہ صورت حال اب بھی کافی دگرگوں ہے کہ کرناٹک کے مسلمانوں کا اس میں کون سا کردار ہے۔ کرناٹک کے مسلمان اگرچہ اپنے بل بوتے پر اس ریاست میں اپنی سیاسی حکمت عملی کو سامنے رکھنے کے قابل نہیں ہیں مگر انھیں بانٹنے کی جو کوشش ملک بھر میں ہوئی ہے اس کے پیش نظر انھیں کافی الرٹ رہنا چاہیے تاکہ وہ مخالفین کی تمام کوششوں کو ناکام بنا سکیں۔ کرناٹک کے مختلف علاقوں میں ماشاءاللہ مسلمانوں کی اقتصادی حالت کافی بہتر ہے مگر ان کے پاس کوئی سیاسی قیادت نہیں ہے اور جو قیادت ہے وہ اپنے خول میں مست ہے اور کسی بھی طور فی الفور ان کے متعلق یہ نہیں کہا جا سکتا کہ انھوں نے کبھی اپنی ذات کے سوا کسی اور کے بارے میں سوچا ہو۔ اقربا پروری، موقع پرستی اور دیگر نقائص کی بنا پر ہماری موجودہ سیاسی شناخت آلودہ ہو چکی ہے اس کو صاف کرنا ہوگا اور لوگوں کو چاہیے کہ وہ اپنے میں سے ایسے امیدوار کو ووٹ دیں جو قابل ہو اور کسی کی بھی حمایت کریں متحد ہو کر کریں۔

کیوبا میں کاسترو خاندان کے ساٹھ سالہ اقتدار کا اختتام بہت جلد

کیوبا میں پہلے فیڈل اور پھر راؤل کاسترو کی صورت میں کاسترو خاندان کا ساٹھ سالہ دور اقتدار اگلے ہفتے ختم ہو جائے گا۔ کیوبا میں کاسترو خاندان کے دور حکومت کے ان چھ عشروں کے دوران امریکا میں پندرہ صدور آئے اور چلے بھی گئے۔ کیوبا کے دارالحکومت ہوانا سے جمعرات بارہ اپریل کو ملنے والی نیوز ایجنسی اے ایف پی کی رپورٹوں کے مطابق بحیرہ کیریبیین کی اس جزیرہ ریاست میں ان دنوں اقتدار کی تبدیلی کی تیاریاں جاری ہیں۔ موجودہ صدر راؤل کاسترو آئندہ ہفتے اپنے عہدے سے علیحدہ ہو جائیں گے، تو حکومت ایک نئے ملکی رہنما کے حوالے کیے جانے کے ساتھ ہی اس ملک میں کاسترو خاندان کا چھ دہائیوں پر پھیلا ہوا دور اقتدار بھی اپنے اختتام کو پہنچ جائے گا۔ سیاسی تجزیہ کاروں کے مطابق راؤل کاسترو کے جانشین صدر ممکنہ طور پر 57 سالہ میگوئیل دیاز کانیل ہوں گے، جو اس وقت ملک کے اول نائب صدر بھی ہیں۔ لیکن یہ بات یقینی ہے کہ وہ اس کمیونسٹ ریاست میں مستقبل کے تمام اہم فیصلے کرنے والی واحد شخصیت نہیں ہوں گے۔ موجودہ صدر راؤل کاسترو کی عمر اس وقت 86 برس ہے اور ۱۹/اپریل کو جب وہ اپنے عہدے سے علیحدہ ہو جائیں گے، تو ہوانا میں قومی اسمبلی ان کے جانشین کا انتخاب تو کر لے گی لیکن راؤل کاسترو اس لیے آئندہ بھی تمام اہم فیصلوں میں شامل رہیں گے کہ وہ انیس اپریل کے بعد بھی حکمران کمیونسٹ پارٹی کے سربراہ رہیں گے۔ ماہرین کے مطابق راؤل کاسترو کیوبا کی انتہائی طاقتور کمیونسٹ پارٹی کی اگلی کانگریس تک، جو ۲۰۲۱ء میں ہوگی، اس پارٹی کی قیادت کرتے رہیں گے۔ اس کا ایک واضح مطلب یہ ہے کہ وہ ابھی مزید چند برس تک تمام اہم سیاسی فیصلوں پر پوری طرح اثر انداز ہو سکیں گے۔ کیوبا میں کمیونسٹ انقلابیوں کی پرانی نسل کو خدشہ ہے کہ جب راؤل کاسترو اقتدار میں نہیں ہوں گے، تو قدرے کم عمر نئے صدر ممکنہ طور پر ان کے شروع کردہ وسیع تر اصلاحاتی عمل کو روک بھی سکتے ہیں۔ لیکن راؤل کاسترو جانتے ہیں کہ وہ کمیونسٹ پارٹی کے سربراہ کے طور پر آئندہ بھی تمام حکومتی اور سیاسی فیصلوں پر قریب سے آنکھ رکھ سکیں گے۔ امریکا کی فلوریڈا یونیورسٹی کے کیوبن ریسرچ انسٹیٹیوٹ کے سربراہ خورگے دوآنی کہتے ہیں، ''نئے صدر کو ان سے کم اختیارات حاصل ہوں گے، جو آج تک پہلے فیڈل کاسترو اور پھر ان کے چھوٹے بھائی راؤل کاسترو کو حاصل رہے ہیں۔ نئے صدر کو ان اختیارات میں دیگر سرکردہ سیاسی شخصیات اور اعلیٰ فوجی قیادت کو بھی اپنا ساتھی بنانا ہوگا۔'' ان سرکردہ سیاسی اور فوجی شخصیات میں 60 سالہ موجودہ وزیر خارجہ برونو روڈریگیز، ملک میں اقتصادی اصلاحات کے 57 سالہ منصوبہ ساز مارینو مُورِیو اور راؤل کاسترو کے بیٹے کرنل آلیخاندرو کاسترو کے علاوہ موجودہ صدر کے سابق داماد لوئس البیرٹو لوپیز کائیاس بھی شامل ہوں گے، جو ملک کی طاقتور فوج کے کنٹرول میں کام کرنے والے کاروباری انتظامی گروپ (GAE) کے سربراہ ہیں۔ فیڈل کاسترو کی قیادت میں کیوبا میں کمیونسٹ انقلاب ۱۹۵۹ء میں آیا تھا اور اس کے بعد سے آج تک وہاں اقتدار کی تبدیلی صرف ایک بار ۲۰۰۶ء میں اس وقت آئی تھی، جب ۴۷/برسوں تک صدر رہنے کے بعد بہت بوڑھے اور کمزور ہو چکے فیڈل

بقیہ آصفہ؛ المیہ بھی چیتاؤنی بھی .... کیوں اس سانحہ کو بھی شوپیان کی آسیہ اور نیلوفر کی طرح پراسرار بنانے کی کوشش ہورہی ہے؟ کٹھوعہ اور صوبہ جموں میں جن باضمیر لوگوں نے آصفہ کو انصاف دلانے کے لیے آواز بلند کی، اُنہیں کیوں پولیس نے گرفتار کرلیا، اُنہیں طرح طرح سے کیوں ہراساں کیا گیا؟ اس المیے کی یہ ساری کڑیاں جوڑیئے تو اس جانب اشارہ ملے گا کہ یہ واردات محض جرائم پیشہ فرد یا ٹولے کا کیا ہوا ایک عام جرم نہیں ہے بلکہ ایک مخصوص کمیونٹی کے خلاف منظّم انداز کی مجرمانہ واردات ہے۔ اس کے پیچھے اوچھے سیاسی مقاصد بھی ہوسکتے ہیں، فرقہ پرستانہ ذہنیت بھی ہوسکتی ہے اور اس کے ذریعے سے خطہ میں موجود پسماندہ مسلمانوں کو خوف زدہ کرنے ذلیل مقصد بھی کارفرما ہوسکتا ہے۔ یہ الزام نہیں ہے بلکہ گزشتہ کئی برسوں میں ایسے المیوں اور سانحات کی کڑیاں ملایئے تو ذہنوں میں ایسا ہی مایوس کن خاکہ تشکیل پاتا ہے۔ دلی میں بی جے پی کا تخت پر براجمان ہونا اور پھر ریاستی اقتدار میں اس کی شرکت داری کے بعد صوبہ جموں کے مسلمانوں کو طرح طرح سے ہراساں و پریشاں کیا جانا کوئی سات پردوں میں چھپی حقیقت نہیں۔ تند و تلخ حقیقت یہ ہے کہ بی جے پی نے ریاست میں مسلم دشمنی کو بنیاد بنا کر ہی نہ صرف الیکشن لڑا تھا بلکہ اسی وجہ صوبہ جموں میں نمایاں کامیابی بھی حاصل کرلی تھی۔ اس کے الیکشن منشور میں مشرقی پاکستان کے شرنارتھیوں کو شہریت دینا شامل ہے اور اُن شرنارتھیوں میں شامل فرقہ پرست ذہنیت کے لوگوں میں مسلمانوں کے خلاف نفرت کے بیج بہت پہلے سے بوئے جاچکے ہیں۔ نیز اس خطہ میں کافی عرصے سے تیز طرار فرقہ پرستوں کا آنا جانا بلاوجہ نہیں ہے۔ وہ بڑی بڑی سبھاؤں میں اشتعال انگیز تقریریں ایک مقصد کے تحت کرتے ہیں جن میں وہ کھلے عام اپنے سیوکوں کے کانوں میں مسلم دشمنی کا زہر گھول دیتے ہیں۔ بی جے پی کی کامیابی اور اقتدار میں آجانے کے بعد صوبہ جموں میں ایسی فرقہ پرست طاقتوں کے حوصلہ بلند ہوگئے، اُنہوں نے بہت پہلے سے صوبہ جموں میں اکثر مقامات پر غریب مسلمانوں کو ڈرانا دھمکانا شروع کردیا۔ آج تک راجوری کے علاقے میں ''گاؤرکھشا'' بریگیڈ کی جانب سے غریب مسلمانوں پر کئی منظّم حملے بھی ہوئے ہیں۔ بی جے پی کے وزیر جنگلات نے ''جنگلاتی اراضی پر قبضہ'' کا شوشہ پھیلا کر غریب گوجروں کی بستیوں کو نشانہ بناتے ہوئے ان کی جھونپڑیوں کو منہدم کروایا۔ انہدامی کارروائیوں کا آغاز جان بوجھ کر مسلم بستیوں سے کیا گیا۔ اس کے ردعمل میں ان غریب مسلمانوں نے احتجاج بھی کیا، اُن کی بات سننے کے بجائے اُن پر گولیاں برسائی گئی، جس میں ایک مسلم نوجوان کی موت بھی وقع ہوئی۔ اُن کی جگی جھونپڑیوں کو فلمی انداز میں نذرآتش کردیا گیا، اُن کے گھر تہس نہس اور آشیانے اُجاڑ دئے گئے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ بی جے پی کے وزیر چودھری لال سنگھ کا وہ بیان ریکارڈ پر موجود ہے جس میں انہوں نے گوجروں کے ایک وفد کو دھمکاتے کہا تھا کہ وہ صوبہ جموں میں ۱۹۴۷ء کو دوہرا سکتے ہیں۔ نومبر ۱۹۴۷ء میں صوبہ جموں میں مسلمانوں کا بڑے پیمانے پر قتل عام ہوا۔ چھ لاکھ کے قریب مسلمانوں کو تہ تیغ کیا گیا۔ مسلم آبادی کو ۴۷/فیصدی سے گھٹا کر محض ۷/فیصدی تک پہنچا دیا گیا۔ عزت دار مسلم خواتین کو عریاں کردیا گیا اور اُن کی اجتماعی عصمت دریوں کے ساتھ ساتھ مسلم دوشیزاؤں کو اغوا کرکے غائب ہی کردیا گیا۔ جموں کی اُن تلخ یادیں آج بھی جب ہم پڑھتے ہیں تو روح کانپ اُٹھتی ہے، دل کی دھڑکنیں تیز ہوتی ہیں اور خون کھول اٹھتا ہے۔ آصفہ کے اجتماعی عصمت دری جیسا کہ اُن کی پوسٹ مارٹم رپورٹ سے ظاہر ہوا اور پھر اُن کے قتل کو جب ۱۹۴۷ء کو دوہرانے کے تناظر میں دیکھا جاتا ہے تو عام مسلمانوں کے اس شک کو تقویت حاصل ہوجاتی ہے کہ یہ دلدوز واردات کسی منصوبہ بند حکمت عملی کا حصہ ہوسکتی ہیں۔ وادی کشمیر میں گزشتہ کئی برسوں سے قتل اور جرائم کی درجنوں جگرسوز وارداتیں رونما ہوئی ہیں، یہاں پولیس نے چند ہی گھنٹوں میں اُن کیسز کو سلجھانے کا دعویٰ کیا، جس کی ایک مثال چند ماہ پہلے بارہمولہ میں ایک خاتون کا ہسپتال سے غائب ہوجانا اور پھر اگلے ہی دن اُن کی لاش نزدیکی کھیتوں میں مل جانا ہے۔ اس واردات کو پیش آجانے کے صرف دوسرے ہی دن پولیس نے اُن کے قتل میں ملوث شخص کو گرفتار کرلیا۔ یہاں اگر کسی کیس میں ملوث اشخاص گرفتار نہیں ہوتے ہیں، وہ صرف ایسے کیسز ہیں جن میں شک کی سوئی وردی پوشوں کی جانب جاتی ہے، چاہے یہ کنن پوشہ پورہ جیسا سانحہ ہو، وہ شوپیان کی آسیہ اور نیلوفر جیسی بیٹیوں کا عصمت دری اور قتل جیسی المناک واردات ہو۔ ایسے سانحات کو چھوڑ کر باقی جرائم پیشہ افراد کی جانب سے جتنے بھی جرائم کا ارتکاب آج تک ہوا ہے، اُن سب میں ملزمان کو پولیس نے تمام ثبوتوں کے ساتھ گرفتار کرکے قانون کے حوالے کردیا ہے۔ اس لئے اگر معصوم آصفہ کا قتل بھی عام نوعیت کا ہوتا، اِس میں بھی جرائم پیشہ افراد ملوث ہوتے تو پھر اصل مجرمان کب کے گرفتار ہوچکے ہوتے لیکن جب ہم پولیس اور انتظامیہ کی جانب سے کیس کو الجھانے اور وقت کو ٹال دینے کی دانستہ کوششوں کو دیکھتے ہیں تو یہ کہنے پر اپنے آپ کو مجبور پاتے ہیں کہ کچھ تو ہے جس کی پردہ داری کی جاتی ہے۔ آسیہ اور نیلوفر کے کیس کو پس پشت ڈالنا تھا تو اُس معاملے میں بڑھتے ہوئے عوامی دباؤ کے نتیجے میں پہلے تحقیقاتی کمیشن تشکیل دیا گیا پھر کیس سی بی آئی کو سونپ دیا گیا جس نے اپنی تحقیقاتی ہسٹری کے خلاف اپنی فائنل رپورٹ میں کھودا پہاڑ نکلا چوہا کے مصداق مجرموں کو بے نقاب تو نہیں کیا، البتہ جولٹ چکے تھے، جن کی بیٹیوں پر ظلم عظیم ہوا تھا، جن لوگوں نے اس وحشی پن کے خلاف آواز بلند کی، اُن ہی کو موردالزام ٹھہرا کر پورے معاملے کو گول کردیا۔ حد تو یہ ہے سی بی آئی نے آسیہ اور نیلوفر کا پوسٹ مارٹم کرنے والی ڈاکٹر تک کو بھی ''مجرم'' قرار دیا۔ اس طرح ملت کی اُن مظلوم بیٹیوں کی پوری فائل روز محشر تک داخل دفتر کردی گئی۔ بالکل ویسا ہی طرز عمل آصفہ کے معاملے میں بھی اختیار کیا جارہا ہے۔ اُس کے معاملے میں بھی شروع سے ہی پولیس نے لیت ولعل کا مظاہرہ کیا، پھر عوامی دباؤ پر تحقیقات کے لیے SIT کو تشکیل دیا گیا اور آخر پر کیس کرائم برانچ کو سونپ دیا گیا۔ انصاف کے لیے آواز بلند کرنے والے لوگوں کو گرفتار کرلیا گیا۔ عجب نہیں کہ عنقریب مقتول آصفہ کو ہی ''قتل'' ہونے کے لیے اور اُن کے غریب والدین کو انصاف طلب کرنے کے لیے موردالزام ٹھہرایا جائے گا۔ یہ اندھوں اور بہروں کا دیس ہے، یہاں انصاف فراہم کرنے والوں اور فرقہ پرستوں کے اشاروں پر رقص کرنے والے سرکاری عہدہ داروں کو یہ تک احساس نہیں کہ اگر آج پسماندہ گجر کمیونٹی کی آصفہ ظلم و بربریت کا شکار ہوگئی ہیں کل کو یہ ظلم ہماری بیٹی، بہن اور بیوی پر بھی ہوسکتا ہے۔ جورو یہ آصفہ کے معاملے میں اختیار کیا جارہا ہے اُس کو دیکھتے ہوئے ہم یہ کہہ سکتے ہیں شوپیان کی آسیہ اور نیلوفر کی فہرست میں ملّت کی ایک اور بیٹی کا اضافہ ہوا ہے۔

جب آپ ایک متنازعہ خطے میں رہتے ہوں، جب آپ پر آٹھ لاکھ سے زائد وردی پوش افسپا سے مسلح کر کے مسلط

جب آپ خوف اور دہشت کے ماحول میں سانس لے رہے ہوں اور جب آپ کو یہ تک معلوم نہ ہو کہ کب آپ کو گولی سے اُڑا دیا جائے، کب آپ کے گھر کو بارود سے نیست و نابود کردیا جائے اور کب عزت دار ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کی عصمتیں تار تار ہوں تو ایسے میں ہر فرد کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اپنے اردگرد پیش آنے والے حالات سے باخبر رہے، سازشی عناصر کی تمام تر سازشوں کو سمجھے، پُرفریب نعروں کے جھانسے میں نہ آئے، وہ لالچ میں آکر بہک نہ جائے، وہ معمولی مفادات کے چکر میں اپنی تباہی و بربادی کو گلے لگانے کا سامان فراہم نہ کرے۔ ہم جانتے ہیں کہ اجتماعی طور پر ہمارے خلاف کس طرح کا جال بچھایا جارہا ہے۔ دانش گاہوں میں ہماری لاڈلی بیٹیوں کو ''ٹیلنٹ'' اور ''ایکسپوژر'' کے نام پر بے حیائی کے دلدل میں کس طرح دھکیلا جارہا ہے، ہماری بیٹیوں کے لئے کس بے تکلفی کے ساتھ بالی وڈ کے دروازے کھولے جارہے ہیں، ٹیلنٹ پرموشن کے نام پر کون سے گل کھلائے جارہے ہیں، اعلی افسران ہماری بیٹیوں کو مختلف موقعوں پر ''کلچر کے فروغ'' کے نام پر کس طرح رقص و سرور کی محفلوں کی زینت بننے پر تیار کرتے ہیں۔ ہمیں انتظامیہ کے ایسے بے حمیت آلہ کاروں سے یہ پوچھنے کا حق حاصل ہے کہ کیا ''ٹیلنٹ'' میں نکھار صرف ناچ نغمے سے آجاتا ہے؟ آصفہ نے دنیا چھوڑتے ہوئے یہ پیغام دیا ہے کہ ہمیں انفرادی و اجتماعی سطح پر ایسی تمام سازشوں اور حربوں سے باخبر رہنے کی ضرورت ہے جو ہمارے دین وایمان کے لئے زہر ہلاہل ہیں۔ ایک مسلمان کے لیے جان گنوانا گوارا ہوسکتا ہے لیکن اُس کی ماؤں، بہنوں او ربیٹیوں کی عزت پر کوئی آنچ آجائے، یہ اُمت کے ایک ادنیٰ سے ادنیٰ فرد کے لیے بھی ناقابل برداشت ہوتا ہے۔ ہمیں اپنے گردونواح کے حالات کا باریک بینی سے جائزہ لینا چاہیے اور اپنے گھر میں، سماج میں اور اپنے خطے میں بلاکسی من وتُو کے بنتِ حوا کی عزت، آبرو اور عصمت محفوظ بنانے کے لیے دفاعی لائینیں متحد و منظّم ہوکر کھینچنی چاہیے اور یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ کے سوا ہمارا کوئی مددگار نہیں۔

اعلیٰ ذاتوں کا بھارت بند پسماندہ ذاتوں کی بڑی کامیابی

سید خرم رضا

دلت بند کے خلاف ''بھارت بند'' جمہوری انداز میں اپنی ناراضگی اور بات کہنے کا طریقہ تو ہوسکتا ہے، لیکن آٹھ روز کے وقفہ کے بعد احتجاج کرنا دراصل ناراضگی کم منصوبہ زیادہ نظر آتا ہے۔ بند، احتجاج، مظاہرے کسی بھی جمہوری سماج کی ریڑھ کی ہڈی ہوتے ہیں اور یہ اس بات کے ضامن ہوتے ہیں کہ سماج میں عوام کے پاس اپنی بات رکھنے کی آزادی ہے۔ بس ضرورت اس بات کی ہوتی ہے کہ کسی بھی آزادی کا غلط اور ایسا استعمال نہ ہو جس سے قوم، ملک اور عوام کا نقصان ہو، لیکن نقصان نہ ہو کے نام پر ان کا گلا بھی نہیں گھونٹا جانا چاہئے کیونکہ گلا گھونٹنے کا سیدھا مطلب جمہوریت کا گلا گھوٹنے کے مترادف ہوگا۔ 2 اپریل کو ایس سی-ایس ٹی ایکٹ کو سپریم کورٹ کے ذریعہ نرم کرنے کے ایک حکم کے خلاف دلت سماج نے سڑکوں پر اتر کر اس فیصلے پر حکومت کی مداخلت کی مانگ کی۔ اس احتجاج کا نام بھی 'بھارت بند' تھا اور اس میں مالی نقصان کے ساتھ ساتھ کئی قیمتیں جانیں بھی گئیں۔ اس احتجاج میں ایک تصویر یہ بھی سامنے آئی کہ پورے احتجاج کو بدنام کرنے کے لئے کچھ دوسری ذات کے لوگوں نے تشدد کا سہارا لیا، جس میں گوالیار کے واقعہ پر بہت بحث بھی ہوئی۔ کہا کچھ بھی جائے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ۱۰/اپریل ۲۰۱۸ء کو ریزرویشن کے خلاف جو ''بھارت بند'' ہوا ہے وہ بنیادی طور پر ۲/اپریل کے دلت بند کے خلاف ہے۔ احتجاج اور بند جمہوری انداز میں اپنی ناراضگی اور بات کہنے کے طریقہ ہوسکتے ہیں لیکن کسی ایک احتجاج کے خلاف صرف ۸/روز کے وقفہ کے بعد احتجاج کرنا دراصل ناراضگی کم منصوبہ زیادہ نظر آتا ہے۔ اگر یہ منصوبہ ایک سماج کے دو طبقوں کو لڑانے کا ہے اور ان کو آمنے سامنے کھڑا کرنے کا ہے تو ایک بات تو واضح ہے کہ اس طرح کے عمل سے ملک کا مستقبل تابناک نہیں ہوسکتا۔ یہ بظاہر سامنے سے نظر آنے والی باتیں ہیں لیکن ایک پہلو یہ بھی ہے کہ آزادی کے ستر سال بعد اگر ہندو سماج کی اعلی ذات کے لوگ سڑکوں پر اترتے ہیں اور وہ بھی اپنے مطالبات کے لئے ملک گیر بند کا اعلان کرتے ہیں، تو یہ ملک، دلت، پسماندہ اور غریب عوام کی زبردست کامیابی ہے۔ یہ ایک سیدھا پیغام ہے کہ جو اعلی ذاتیں اعلی کے نام پر ملک پر راج کرتی رہی ہیں ان کے لئے بھی زمین تنگ ہوسکتی ہے یا ہونے لگی ہے۔ ویسے تو کئی سال پہلے سے شمالی ہندوستان کے برہمن سماج میں ایک بے چینی نظر آرہی ہے اور ان کو محسوس ہورہا ہے کہ حکومت سازی میں ان کا کردار کم ہوتا جارہا ہے۔ وہ یہ سوال بھی کرتے رہے ہیں کہ ریزرویشن آخر کب تک اور وہ اس سے سب سے زیادہ متاثر ہورہے ہیں۔ برہمن سماج اپنے اجلاس کرتا رہا ہے اور اپنی بے چینی کا اظہار بھی کرتا ہے۔ ان کی یہ بے چینی بغیر وجہ کے نہیں ہے کیونکہ اب ۱۵/سال ہونے جارہے ہیں جب ملک کے وزیراعظم کا تعلق برہمن سماج سے نہیں ہے۔ پہلے دس سال منموہن سنگھ اور اب نریندر مودی جبکہ آزادی کے بعد سے ملک میں ایک عرصہ تک برہمن وزیراعظم ہی رہا ہے۔ اس لئے اس بڑھتی بے چینی کا کہیں تو اظہار ہونا تھا آخر وہ اب دلت ریزرویشن کے خلاف نکل کھڑا ہوا ہے اور یہ ملک کے جمہوری نظام کی ایک بڑی کامیابی ہے کیونکہ اس نظام کی وجہ سے اعلی ذاتوں اور دلت و پسماندہ ذاتوں کے بیچ کا فرق کم ہورہا ہے اور دونوں ہی اپنے مطالبات کو لے کر سڑکوں پر اتر رہے ہیں یعنی اعلی ذات بھی محرومی سے دوچار ہیں۔ کچھ لوگ اس کو دلتوں کے خلاف سازش بھی قرار دے سکتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس سازش کے نتیجہ میں اعلی ذاتوں میں احساس کمتری بڑھے گی۔ یہ ضرور ہے کہ اس سے ملک کو زبردست نقصان ہوگا کیونکہ ملک کی آبادی کے ایک بڑے حصہ کی صلاحیتیں اس جھگڑے کی نذر ہوجائیں گی۔ نوجوانوں کی جو صلاحیتیں اور قوتیں ملک کی ترقی و تعمیر میں صرف ہونی چاہئے تھیں وہ سڑکوں پر اس بات کے لئے صرف ہوں گی کہ ہمارے اوپر ظلم ہورہا ہے اور ہمارے اوپر ظلم کے لئے ذمہ دار وہ ہیں۔ دنیا کے کسی بھی ملک کی عوام میں موجود اس طرح کی شدید تفریق سے ملک کی ترقی بری طرح متاثر ہوتی ہے۔ حکومت کو چاہئے کہ وہ ان سب چیزوں کو انتخابی سیاست کی نظر سے نہ دیکھے بلکہ ملک کے مفاد کو مقدم رکھے، کیونکہ سماج

طب وصحت

شوگر اور اس کا علاج

ڈاکٹر نذیر مشتاق

انٹرنیشنل ذیابیطس فیڈریشن (آئی ڈی ایف) کے مطابق آج دنیا بھر میں 95 ملین افراد کو ذیابیطس کا خطرہ لاحق ہے جبکہ موجودہ رجحانات کو مدنظر رکھ کر اندازہ لگایا گیا ہے کہ 2025ء تک ذیابیطس کے مریضوں کی تعداد 330 ملین تک پہنچ جائے گی۔ ذیابیطس کے مریض کا ایک سانحہ یہ بھی ہے کہ ان کی پچاس فیصد تعداد اپنے مرض میں مبتلا ہونے سے باخبر ہے۔

بعض ترقی پذیر مما لک میں تو ذیابیطس کے شکار اسّی فیصد مریض اس بات سے واقف نہیں ہیں کہ انہیں ذیابیطس کے مرض نے آگھیرا ہے ،شاید اسی وجہ سے کئی ترقی پذیر مما لک میں ذیابیطس سے متاثرہ افراد کی اموات کا چوتھا بڑا اسبب بن چکا ہے۔ عالمی تنظیم صحت (WHO) کے اعداد وشمار کے مطابق دنیا میں 3.5 ملین لوگ ذیابیطس کے سبب موت کے منہ میں جارہے ہیں۔ اگر اس تعداد کو سال بھر کے وقت پر تقسیم کیا جائے تو یہ پتہ چلتا ہے کہ ہر منٹ میں چھ لوگ صرف ذیابیطس کے سبب موت کے شکار بن رہے ہیں۔ محققین کا خیال ہے کہ آئندہ بیس برسوں میں اس بیماری کی شرح میں 59 فیصد اضافہ ہوگا۔ اس کی وجہ صرف آبادی میں اضافہ نہیں بلکہ لوگوں کے طرزِ زندگی میں انقلابی تبدیلی ، دیہات کو خیر باد کہہ کر شہروں میں سکونت اختیار کرنا ، آرام پسند طرزِ زندگی اپنانا بھی شامل ہے۔ کشمیریوں میں نامساعد حالات کی وجہ سے عام لوگوں کا نفسیاتی اور ذہنی دباؤ میں مبتلا ہونا، کھانے پینے کی عادات میں نمایاں تبدیلیوں کا وقوع پذیر ہونا اور سیدھی سادھی زندگی سے منہ موڑ کر ''مصنوعی زندگی'' کو گلے لگانا بھی اس بیماری کے اسباب میں شامل ہے۔ کشمیری ''اچانک'' یا پھر ''دھیرے دھیرے'' بہرحال بدل رہے ہیں۔ قدرتی غذائیں کھانے کے بجائے فاسٹ فوڈ اور جنک فوڈ کی طرف مائل ہو چکے ہیں۔ صاف ستھرے پانی کی بجائے کوک کی بوتلوں سے پیاس بجھاتے ہیں۔ اب لوگ اپنے تغذیہ کی طرف کم اور ''دکھاوے'' کی طرف زیادہ توجہ دیتے ہیں۔ مادیت پرستی کی پیداہ شدہ مصروفیت کے سبب اب لوگوں کے پاس وقت ہی نہیں کہ وہ مناسب وقت پر مناسب غذا حلق سے اُتاریں۔ عام لوگ (خاص کر بچے) تازہ میووں اور سبزیوں کی بجائے بازاری غذاؤں کو ترجیح دیتے ہیں۔ اسکولی بچوں کے پاس باقاعدہ ورزش کے لئے وقت ہی نہیں۔ وہ زمانہ گیا جب بچے اپنے محلے میں گلی ڈنڈا، آنکھ مچولی، سوزنگ اور دیگر کھیلوں سے لطف اندوز ہوا کرتے تھے۔ اب نئی نسل صرف ''ہوم ورک، ٹی وی یا کمپیوٹر کی دنیا'' میں گم ہوتی ہے جس سے ان کے جسم کا نظام درہم برہم ہوجاتا ہے اور وہ ''موٹاپے'' (Obesity) کے شکار ہوجاتے ہیں اور یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ موٹاپے کے سبب نہ صرف ترقی یافتہ بلکہ ترقی پذیر ملکوں میں بھی ذیابیطس کے مریض کی تعداد میں تشویشناک حد تک اضافہ ہورہا ہے۔ بڑوں کے علاوہ بچوں میں بھی وزن میں اضافہ کی بیماری عام طور پر پھیل رہی ہے۔ کشمیری ڈاکٹروں کو تشویش ہے کہ موٹاپے اور وزن میں اضافہ کے سبب یہاں لوگوں کو نہ صرف ذیابیطس کا عارضہ لاحق ہوسکتا ہے بلکہ اوسط عمر بھی کم ہوسکتی ہے۔ جب کسی انسان کے جسمانی وزن میں ایک کلو وزن کا ضرورت سے زیادہ اضافہ ہوتا ہے تو اس کے ذیابیطس میں مبتلا ہونے کے امکانات پانچ فیصد بڑھ جاتے ہیں۔ وزن میں بے قاعدگی کے مسئلہ سے دوچار 70 فیصد نوجوان مستقبل میں موٹاپے کی خطرناک بیماری کا شکار بن سکتے ہیں۔ آئی ڈی ایف کا کہنا ہے کہ ذیابیطس کے بعض مریضوں کو ''جسمانی وزن پر قابو'' کے ذریعے سے روکا جاسکتا ہے۔ جسمانی ورزش کے ذریعہ ذیابیطس کے مرض کو ساٹھ فیصد تک کنٹرول کیا جاسکتا ہے یعنی نوجوان نسل کو اپنا آرام پسند طرزِ زندگی بدل کر ایک فعال زندگی گزارنی ہوگی تا کہ وہ موٹاپا جیسی مہلک بیماری میں مبتلا نہ ہوں۔

اکثر لوگوں کا عقیدہ یہ ہے کہ یہ بیماری صرف کھانڈ یا کھانڈ سے بنی اشیاء خوردنی کا زیادہ استعمال کرنے والوں کو ہوتی ہے اور اس بیماری میں مبتلا ہونے کے بعد اکثر مریض ڈر، خوف اور وہم میں مبتلا ہوکر اپنے آپ کو اُن غذائی اجزا سے یکسر محروم کرتے ہیں جو اُن کی صحت مندی کے لئے لازم ہوتے ہیں۔ وہ اس بات سے بے خبر ہوتے ہیں کہ وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ یہ بیماری انہیں دل، دماغ اور گردوں اور پیروں کی پیچیدگیوں میں مبتلا کرسکتی ہے۔ ''چھوٹی سی عمر میں لگ گیا روگ''......

دورِ حاضر کے سائنس دانوں اور ماہر معالجین کی متفقہ رائے ہے کہ ذیابیطس کا صحیح علاج صرف یہ ہے کہ ہر مریض اپنی بیماری کے متعلق مفصل اور مکمل جانکاری حاصل کرے......'' جو جتنا زیادہ خبردار اُس کی عمر اتنی دراز''۔

ذیابیطس کی وجوہات:۔

موروثیت: اگر آپ کے خاندان میں کوئی ذیابیطس کا مریض ہے تو ہوشیار رہیے ،خبردار رہیے۔ آپ کے ذیابیطس میں مبتلا ہونے کے امکان پچاس فیصد سے زیادہ ہیں۔

موٹاپا: سب سے اہم یہی خطرناک بیماری ہے۔ اگر آپ کا جسم سیب کی مانند ہے۔ (پیٹ میں اضافی چربی ہے اور توند نکلی ہوئی) تو ذیابیطس میں مبتلا ہوسکتے ہیں۔

ادویات: تھایازائڈ اور سیٹرائیڈ دوائیاں ذیابیطس ٹائٹ 2 کو دعوت دے سکتی ہیں۔

وائرس: ٹائپ ا ذیابیطس وائرسی حملے کے بعد شروع ہوسکتی ہے۔

ذیابیطس کی نشانیاں

☆ لگاتار پیاس کی شدت۔

☆ پیشاب کا زیادہ اور بار بار آنا۔

☆ حد سے زیادہ تھکاوٹ کا احساس۔

☆ کھجلی اور دیر تک جلد کی عفونت (انفکشن)۔

☆ زخموں کے بھر جانے میں ضرورت سے زیادہ وقت لگنا۔

☆ وزن کا کم ہونا۔

☆ ہاتھوں اور پیروں کا سُن ہوجانا۔

☆ پیروں کے زخم جن کے بھرنے میں حد سے زیادہ وقت لگے۔

☆ یہ علائم یا نشانیاں کسی اور بیماری میں بھی ظاہر ہوسکتے ہیں۔ یہ پتہ لگانے کے لئے کہ یہ علائم ذیابیطس کی وجہ سے ہیں۔ پیشاب میں شکر کی موجودگی کا پتہ لگانا ضروری ہے۔

☆ اپنی بیماری کے متعلق پوری جانکاری حاصل کریں۔ ☆ باقاعدہ ورزش کریں۔

☆ اپنے ذہن کو ہر قسم کی پریشانی سے آزاد رکھنے کی کوشش کریں۔ ☆ لفٹ کا استعمال کرنے کی بجائے سیڑھیاں چڑھیں۔

هفتہ رفتہ　هفتہ رفتہ　هفتہ رفتہ　هفتہ رفتہ　راشد العزیری ندوی

مولانا فضل الرحمٰن صاحب کا انتقال

نہایت ہی افسوس کے ساتھ یہ خبر دی جارہی ہے کہ ضلع سہرسہ کے موضع چھمٹا کے ایک مشہور عالم دین مولانا فضل الرحمٰن صاحب ۱۴/ مارچ ۲۰۱۸ء کو رحلت فرما گئے ، انا للہ وانا الیہ راجعون ، ان کی عمر ۹۴/ سال کے قریب تھی۔ مولانا مدرسہ وصیت العلوم الہ آباد کے فارغ التحصیل تھے، تعلیم سے فراغت کے بعد کوشیشوراستھان کے ایک اسکول سے وابستہ ہوئے اور یہیں سے ریٹائر بھی ہوئے ، ادھر چند ماہ سے کینسر جیسے موذی مہلک مرض میں مبتلا ہوگئے تھے، دوا وعلاج جاری تھا کہ اللہ کو پیارے ہوگئے ، مرحوم مولانا قمر انیس قاسمی رئیس المبلغین امارت شرعیہ کے رشتہ دار تھے، دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر وثبات کی توفیق بخشے۔ آمین

اسکولوں کی مانیٹرنگ موبائل ایپ سے

ریاست کے پرائمری اسکولوں کی مانیٹرنگ بیسٹ (بہار ایزی اسکول ٹریکنگ) موبائل ایپ کے توسط سے شروع کی گئی ہے۔ بہار ایجوکیشن پرجیکٹ کونسل نے موبائل ایپ سے اسکول مانیٹرنگ کولیکر اضلاع کے ایجوکیشن افسران کو ضروری ہدایات جاری کردیے ہیں۔ اسکول مانیٹرنگ سے جڑے افسران سے کہا گیا ہے کہ وہ پلے اسٹور سے موبائل ایپ ڈاؤن لوڈ کرسکتے ہیں۔ پروجیکٹ ڈائرکٹر سنجے سنگھ نے خط میں کہا ہے کہ استعمال کے طور پر کام کررہے بیسٹ ایپ میں اب تک ریکارڈ ڈاٹا کو ڈمی ڈاٹا مانتے ہوئے ختم کردیا جائے گا۔ ۱۶/ اپریل سے ایپ میں اسکول نگرانی سے جڑی جو معلومات درج ہوں گی انہیں حقیقی مانتے ہوئے حکومت آگے کی کارروائی یقینی بنائے گی۔ خط میں سی آر سی سی، بی آر پی اور ضلع سطحی ایجوکیشن افسران کو ہدایت دیتے ہوئے کہا گیا ہے کہ اعلان کی گئی تاریخ سے موبائل ایپ کے ذریعہ اسکول کی حقیقی مانیٹرنگ کا کام شروع کریں۔ اس موبائل ایپ میں پرائمری اسکول کی پوری تفصیل اور کئی سوال پہلے سے محفوظ کئے گئے ہیں۔ مانیٹرنگ افسر متعلقہ اسکول جائیں گے اور اسکول کے ہیڈ ماسٹر سے سارے سوالوں کا جواب لیکر اس میں درج کریں گے۔ ایپ میں درج معلومات ہیڈ کوارٹر میں بیٹھے افسران جب چاہیں، ایک پاسورڈ کی بنیاد پر دیکھ سکیں گے۔ یہ بھی

ان ٹرینڈ اساتذہ کی تربیت کے ضابطے میں تبدیلی

ریاست کے سرکاری اسکولوں میں تعینات ان ٹرینڈ اساتذہ کے تربیت حاصل کرنے کی شرائط میں حکومت نے تبدیلی کردی ہے۔ پہلے صرف ٹی ای ٹی امتحان میں حاصل نمبروں کی بنیاد پر ہی ان ٹرینڈ اساتذہ کو ضلع ایجوکیشن اور ٹریننگ کالج، پی ٹی ای سی میں دوسالہ ڈپلومہ کورس میں داخلہ مل جاتا تھا، لیکن اب ایسا نہیں ہوگا۔ محکمہ تعلیم نے ضابطے میں کی گئی تبدیلی کے تعلق سے ہدایت جاری کردی ہے۔ ہدایت میں واضح کیا گیا ہے کہ تعلیمی سیشن ۲۰-۲۰۱۸ میں تربیت کے لئے داخلہ لینے کے لئے عام زمرے کی کم سے کم تعلیمی اہلیت انٹر پلس ٹو ہوگی وہ بھی کم سے کم ۵۰ فیصد نمبروں کے ساتھ۔ اس میں درج فہرست ذات، درج فہرست قبائل اور معذور امیدواروں کو پانچ فیصد رعایت دی جائے گی۔ این سی ٹی ای کے ذریعہ الاٹ کل سیٹوں میں سے تین فیصد سیٹیں معذور امیدواروں کے لئے ریزرو رہیں گی جبکہ اردو موضوع کے امیدواروں کے لئے زیادہ سے زیادہ ۱۰/ فیصد سیٹیں ریزرو رہیں گی۔ الائیڈ سیٹ کا ۵۰/ فیصد سائنس اور پچاس فیصد آرٹس اور کامرس کے امیدواروں کے لئے ریزرو رہے گا۔ (انقلاب ۱۳/ اپریل ۲۰۱۸ء)

سرکار اقلیتی طبقے کے بے روزگار نوجوانوں کو ایک سے پانچ لاکھ روپے تک قرض مہیا کرائے گی

اقلیتی طبقے کے بے روزگار نوجوانوں کے لئے ریاستی سرکار وزیر اعلیٰ اقلیتی روزگار قرض منصوبہ کے تحت ۲۰۱۹-۲۰۱۸ کے لئے تقریباً سو کروڑ روپے کا الاٹ کرا رہی ہے۔ اس سلسلے میں تفصیل سے معلومات فراہم کرتے ہوئے صوبے کے محکمہ گنا و اقلیتی فلاح و بہبود کے وزیر خورشید عرف فیروز احمد نے میناٹانڈ کے پورستم پور میں بتایا کہ معاشی اعتبار سے کمزور اقلیتی طبقہ، عیسائی، جین، سکھ، بودھسٹ، پارسی اور مسلم طبقے کے بے روگار نوجوانوں کو سرکار ایک لاکھ سے لیکر پانچ لاکھ تک رقم بطور قرض مہیا کرائے گی۔ یہ قرض صرف پانچ فیصد سود پر دیا جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ سرکار کا منشا یہ ہے کہ سبھی مذاہب کے نوجوان روزگار سے جڑیں اور وہ ترقی کی راہ پر گامزن ہوں۔ مذکورہ منصوبے کے لئے رقم الائمنٹ ہونے کے ساتھ ہی متعلقہ محکمہ کے سکریٹری کو یہ ہدایت دے دی گئی ہے کہ وہ اپنی سطح پر مانیٹرنگ کرکے ریاست کے سبھی ۳۸/ اضلاع میں اقلیت کے بے روزگار نوجوانوں کو قرض مہیا کرائیں۔

سید محمد عادل فریدی

امریکہ نے شام پر حملہ کیا تو جنگ چھڑ سکتی ہے: روس

اقوام متحدہ میں روس کے سفیر وسیلی نیبنز یا نے کہا ہے کہ اگر ٹرمپ حکومت نے کیمیائی گیس کے استعمال کا بہانہ بنا کر شام پر حملہ کیا تو روس اور امریکہ کے درمیان جنگ چھڑ سکتی ہے۔اقوام متحدہ میں روس کے سفیر وسیلی نیبنز یا نے سیکیورٹی کونسل کے اجلاس کے بعد صحافیوں سے بات کرتے ہوئے کہا کہ فی الحال ہماری پہلی ترجیح جنگ کے خطرے کو ٹالنا ہے،تاہم اگر کیمیائی گیس کے استعمال کا بھونڈا الزام لگا کر شام پر پیش قدمی کی گئی تو روس سخت مزاحمت کرے گا جس کا ذمہ دار امریکہ ہی ہوگا۔دوسری جانب وائٹ ہاوس کا کہنا ہے کہ شام میں کیمیائی گیس کے استعمال پر ردعمل دینے کے لیے امریکہ اپنے اتحادیوں سے مشاورت کر رہا ہے اور جلد کسی حتمی نتیجے پر پہنچ جائے گا تاہم ابھی کوئی ٹائم فریم نہیں دیا جا سکتا۔قبل ازیں امریکی صدر نے اپنی ٹویٹ میں روس کو میزائل حملے کی دھمکی دی تھی۔واضح رہے دوما میں شام اور روس کی جانب سے کیمیائی گیس کے مبینہ استعمال پر امریکہ سمیت برطانیہ اور فرانس نے سخت الفاظ میں مذمت کی تھی۔کیمیائی گیس کے استعمال پر امریکہ کی جانب سے شام کے خلاف کارروائی کرنے کے لیے اقوام متحدہ سے درخواست بھی کی گئی تھی۔اس حوالے سے امریکی قرارداد کو روس نے ویٹو کر دیا تھا۔(نیوز ایکسپریس پی کے)

نواز شریف سیاست کے لیے تاحیات نااہل قرار

پاکستان کی سپریم کورٹ نے آرٹیکل 62(1) (ایف) کے تحت نااہلی کی مدت کی تشریح کیس کا فیصلہ سناتے ہوئے سابق وزیراعظم اور پاکستان مسلم لیگ (ن) کے قائد نواز شریف اور پاکستان تحریک انصاف کے سابق جنرل سکریٹری جہانگیر ترین کی نااہلی کی مدت کو تاحیات قرار دے دیا۔چیف جسٹس میاں ثاقب نثار کی سربراہی میں جسٹس شیخ عظمت سعید،جسٹس عمر عطا بندیال،جسٹس اعجاز الاحسن اور جسٹس سجاد علی شاہ پر مشتمل 5 رکنی لارجر بنچ نے آرٹیکل 62 (1) (ایف) کے تحت نااہلی کی مدت کی تشریح کے لیے 13 درخواستوں کی سماعت کی۔عدالت میں جسٹس عمر عطا بندیال نے فیصلہ سناتے ہوئے کہا کہ آئین کے آرٹیکل 62 (1) (ایف) کے تحت نااہل قرار دیئے گئے شخص کی نااہلی کی مدت تاحیات ہوگی اور وہ شخص عام انتخابات میں حصہ نہیں لے سکے گا۔(یواین آئی)

امریکہ سے کسی انعام کی توقع نہ کرے شمال کوریا: امریکہ

امریکہ نے کہا ہے کہ شمالی کوریا جوہری پروگرام پر روک لگانے سے پہلے امریکہ سے کسی طرح کے انعامات کی امید نہ کرے۔امریکہ کے وزیر خارجہ کے لئے نامزد اور مرکزی انٹیلی جنس ایجنسی (سی آئی اے) کے ڈائریکٹر مائیک پومپیو نے کل کہا کہ تاریخ پر نظر دوڑائیے تو شمالی کوریا کی طرف سے جوہری پروگراموں کو روکنے پر اتفاق کی امید کم ہی نظر آتی ہے۔ماضی میں امریکہ اور دنیا کے ممالک نے شمالی کوریا کے ساتھ بات چیت کے بعد پابندیوں کو ہٹانے میں عجلت کا مظاہرہ کیا تھا۔(یواین آئی)

شام کی جنگ: ڈبلیو ایچ او کا کیمیائی حملے کے مقام کا جائزہ لینے کا مطالبہ

عالمی ادارۂ صحت (ڈبلیو ایچ او) نے مطالبہ کیا ہے کہ اسے شام کے علاقے دوما میں بلا رکاوٹ رسائی دی جائے۔ادارے کا کہنا ہے کہ شام میں مشتبہ کیمیائی حملے کے باعث کم از کم ۵۰۰/افراد کے متاثر ہونے کی علامات دیکھی گئی ہیں۔ جب کہ شام کی حکومت نے کسی قسم کے کیمیائی حملے سے انکار کیا ہے۔امریکہ نے کیمیائی حملے کی صورت میں طاقت سے بھرپور ردِعمل کی دھمکی دی ہے،جبکہ روس نے اپنے اتحادی کے خلاف کسی قسم کے حملے سے خبردار کیا ہے۔ڈبلیو ایچ او کو ملنے والی رپورٹس کے مطابق ان حملوں میں ۷۰/افراد ہلاک ہوئے۔ادارے کے مطابق ۵۰۰/لوگوں میں زہریلے کیمیائی مادوں کا شکار ہونے کی علامات دیکھی گئی ہیں جن میں سانس لینے میں تکلیف،سانس کی نالی میں جلن اور اعصابی نظام میں خلل شامل ہیں۔(بی بی سی لندن)

جرمن سیاستدان نے مسلمانوں پر میونسٹروین حملے کا الزام لگانے پر معافی مانگی

اے ایف ڈی کی نائب رہنما نے میونسٹروین حملے کے لیے مسلمانوں پر جھوٹا الزام عائد کرنے پر معافی مانگ لی ہے۔میڈیا رپورٹس کے مطابق فان شٹروخ نے اپنی ٹوئٹ پر معافی ایک ایسے وقت پر مانگی ہے، جب سوشل میڈیا پر ان پر تنقید کا سلسلہ بڑھ گیا تھا،مہاجرت اور اسلام مخالف جرمن سیاسی پارٹی متبادل برائے جرمنی (اے ایف ڈی) کی نائب رہنما بیاٹرکس فان شٹروخ نے اپنے فیس بک پیج پر لکھا کہ میونسٹروین حملے کے بارے میں ٹوئٹ کر کے میں نے غلطی کی۔میں معذرت خواہ ہوں تاہم انہوں نے اس فیس بک پیغام میں بھی میرکل کو تنقید کا نشانہ بنانا نہیں چھوڑا۔انہوں نے مزید لکھا کہ میں کبھی بھی میرکل کی طرح بننا نہیں چاہوں گی، جنہوں نے کبھی بھی اپنی غلطی تسلیم نہیں کی۔(فکر وخبر)

الجزائر کا فوجی طیارہ گر کر تباہ، ۲۴۷/افراد ہلاک

الجزائر کا ایک فوجی طیارہ حادثہ کا شکار ہوگیا جس میں ۲۴۷/افراد ہلاک ہوگئے ہیں۔خبر ہے کہ مراکش سے علیحدگی حاصل کرنے کی کوششوں میں مصروف پولیساریو فرنٹ کے چھبیس افراد بھی طیارے میں سوار تھے۔اطلاعات کے مطابق فوجی طیارہ اڑان بھرنے کے تھوڑی دیر بعد گر کر تباہ ہوگیا۔یہ طیارہ حادثہ بدھ کی صبح دارالحکومت الجزائر کے قریب بوفاریک کے فوجی ہوائی اڈے پر پیش آیا۔ یہ ہوائی اڈے ملک کی فضائیہ کا اڈا ہے۔جائے حادثہ کی ایک ویڈیو میں طیارے کے ملبے سے اٹھنے والا دھواں دیکھا جا سکتا ہے۔چار سال قبل بھی الجزائر کے ایک فوجی طیارے کو

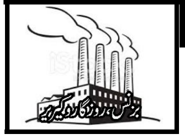

بہار کی یونیوسٹیاں ہوں گی ڈجیٹل

بہار کے نائب وزیر اعلیٰ سشیل کمار مودی نے اعلان کیا ہے کہ جولائی سے ریاست کی سبھی یونیورسٹیوں میں آن لائن داخلے ہوں گے۔انہوں نے کہا کہ سبھی یونیورسٹیوں کو سلسلہ وار طریقہ سے ڈجیٹل بنایا جائے گا۔سرکار نے وعدہ کیا ہے کہ جلد ہی یونیورسٹیوں میں اساتذہ کی کمی کو بھی دور کیا جائے گا۔سرکار کا ماننا ہے کہ داخلہ، امتحان فارم بھرنے، مارک شیٹ اور ریزلٹ کے آن لائن ہونے سے یونیورسٹیوں کے کاموں میں شفافیت آئے گی اور طلبہ کو بھی سہولت ہوگی۔(ایجنسی)

دنیا کی اعلیٰ ترین دوسو یونیورسٹیوں میں ہندوستان کی صرف دو یونیورسٹیاں

دنیا کی دوسو اعلیٰ ترین یونیورسٹیوں کی فہرست میں ہندوستان کے صرف دو تعلیمی ادارے آئی آئی ٹی دہلی اور دہلی یونیورسٹی ہی جگہ بنا پائی ہیں۔ایک سروے میں یہ انکشاف کیا گیا ہے۔ایسوچیم اور یس انسٹی ٹیوٹ کے مشترکہ ریسرچ میں کہا گیا ہے کہ دنیا کی اعلیٰ ترین یونیورسٹیوں کے معیار کے قریب پہونچنے کے لیے اب ملک کی یونیورسٹیوں کو بھی اپنا معیار بلند کرنا ہوگا۔اس فہرست میں سب سے زیادہ امریکہ کی ۴۹، برطانیہ کی ۳۰/جرمنی کی گیارہ اور چین وآسٹریلیا کی آٹھ آٹھ یونیورسٹیاں شامل ہیں۔(ایجنسی)

سی بی ایس ای پرچہ لیک معاملہ ہماچل پردیش سے ٹیچر سمیت تین افراد گرفتار

سی بی ایس سی پرچہ لیک معاملہ میں پولس نے کارروائی کرتے ہوئے ہماچل پردیش سے ۳/افراد کو گرفتار کرلیا ہے۔گرفتار شدگان میں ایک ٹیچر بھی شامل ہے۔دیگر دو افراد میں سے ایک کلرک اور دوسرا معاون اسٹاف کا کام کرتا ہے۔تینوں افراد کو ۱۲ویں کلاس کے اکنامکس کا پرچہ تحریری شکل میں لیک کرنے کا الزام ہے۔واضح رہے کہ اس سے قبل سی بی ایس ای نے دہلی پولس کو دی گئی اپنی شکایت عرضی میں راجندر نگر کے ایک کوچنگ سنٹر کے مالک وکی کا نام بتایا تھا۔اندیشہ ظاہر کیا گیا تھا کہ اس نے پیپر لیک کرنے کا کام کیا تھا۔وکی کو حراست میں لیے جانے کے بعد پولس نے پوچھ تاچھ کی۔پولس نے یہ پتہ لگانے کی کوشش کی کہ آخر کار پیپر کہاں سے لیک ہوا اور وہاٹس ایپ پر کیسے ڈالا گیا۔اس کیس میں پولس نے تعزیرات ہند کی دفعہ 420، 468، 471 کے تحت معاملہ درج کیا تھا۔کرائم برانچ کے افسروں کا کہنا تھا کہ 23 مارچ کو سی بی ایس ای کو بذریعہ فیکس ایک شکایت ملی جس میں شکایت کرنے والے کا نام موجود نہیں تھا۔اس میں وِکی کے خلاف شکایت کی گئی تھی اور اس لیے پوچھ تاچھ کے ذریعہ سچ کا پتہ لگانے کی کوشش کی جارہی ہے۔(قومی آواز)

سبھی میڈیکل کالجوں میں پی جی کورس شروع کرنا ہوا لازمی

انڈین میڈیکل کاؤنسل (IMC) کے پوسٹ گریجویشن تعلیمی ضابطہ ۲۰۰۰ میں کی گئی ترمیمات کے مطابق موجودہ سبھی میڈیکل کالجوں کو تعلیمی سال 21-2020 سے پی جی کورس شروع کرنا لازمی ہوگیا ہے، یہ ضابطہ نئے میڈیکل کالجوں کے ساتھ ہی پہلے سے چلے آرہے پرائیویٹ میڈیکل کالج اور سرکاری میڈیکل کالجوں پر بھی لاگو ہوں گے۔اس کے علاوہ نئے میڈیکل کالجوں کو انڈر گریجوئیٹ کورس کا ایفی لی ایشن ملنے کے تین سال کے اندر پی جی کورس شروع کرنا ہوگا۔آئی ایم سی کے ذریعہ کی گئی ترمیمات کے مطابق ایسا کرنے میں ناکام ہونے والے کالجوں کا ایفی لی ایشن رد کر دیا جائے گا۔اس ضابطہ کے مطابق کے بعد پورے ملک میں آنے والے چار سالوں میں دس ہزار سے زیادہ پی جی میڈیکل کی سیٹ کی امید لگتی ہے۔(نو بھارت ٹائمز)

پٹرول ڈیزل کے دام کم کرنے کے لیے سرکار نے نہیں دی کوئی ہدایت

مرکزی وزیر برائے پٹرولیم دھرمیندر نے کہا کہ حکومت نے کرناٹک الیکشن کے پیش نظر پٹرولیم کمپنیوں کو پٹرول ڈیزل کی قیمتوں میں اضافہ کو روکنے کی کوئی ہدایت نہیں دی ہے۔انٹرنیشنل مارکیٹ میں کچے تیل کی قیمت میں تیزی جاری رہنے کے باوجود پٹرولیم کمپنیوں نے گھریلو بازار میں ایک دن پٹرول ڈیزل کی قیمتوں میں تبدیلی نہیں کرنے کے بعد جمعرات کو ان کے دام میں کمی کردی۔پٹرول کی قیمتوں میں چار پیسے فی لیٹر اور ڈیزل کے دام میں تین پیسے فی لیٹر کی کمی کی گئی ہے۔کمپنیوں کے اس قدم کو کرناٹک میں ہونے والے الیکشن سے جوڑ کر دیکھا جارہا ہے۔پچھلے سال دسمبر میں گجرات الیکشن کے موقع پر بھی تیل کمپنیوں نے حیرت انگیز طریقہ پر تیل کی قیمتوں میں روزانہ ایک سے تین پیسے فی لیٹر کی کمی کی تھی۔(جن ستا)

اوپیک ملکوں کی من مانی روکنے کے لیے بھارت چین کا نیا پلان

کچے تیل کے دنیا کے سب سے بڑے خریدار ملک ہونے کے باوجود چین اور بھارت کو تیل پیدا کرنے والے ملکوں کی من مانی سالوں سے جھیلنی پڑ رہی ہے۔انہیں نہ صرف تیل کی قیمتوں پر اونچا پریمیم چکانا پڑتا ہے بلکہ اس سے ملک میں توانائی کی قیمتیں بھی لگاتار بڑھ رہی ہیں،لیکن اب بھارت اور چین تیل کا بڑا بازار ہونے کا فائدہ اٹھا کر اوپیک ملکوں پر دباؤ بنانے کا منصوبہ بنا رہے ہیں۔دونوں ملکوں کا کروڈ ریز روبڑھانے کا پلان ہے۔جس کی بنیاد پر وہ عرب ممالک سے قیمتوں کے تعلق سے مول بھاؤ کرسکیں۔ماہرین کا کہنا ہے کہ دونوں ملکوں کی مشترکہ باسکیٹ سائز اس درجہ کی ہے کہ وہ تیل کی قیمتوں پر اوپیک ملکوں کی من مانی کو ختم کرسکیں۔ایسا ہوتا ہے تو نہ صرف اس سے دونوں ملکوں کی بیلنس شیٹ سنبھلے گی بلکہ کروڑوں لوگوں کو توانائی کے لیے اونچی قیمت دینے سے بھی چھٹکارا ملے گا۔کیوں کہ ابھی تک ایشین پریمیم کے نام پر ایشیائی ملکوں کو فی بیرل چھ ڈالر زیادہ قیمت ادا کرنی

بقیات

بقیہ امیر شریعت مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی رحمانی : حیات وخدمات

طلبہ کی تعداد میں اضافہ ہوا، تعمیری ترقی بہت زیادہ ہوئی، جامعہ میں شعبہ لسانیا کا ایک خاص شعبہ کا اضافہ فرمایا اور اسے جدید تعلیم سے آراستہ کیا، انگریزی اور کمپیوٹر کی تعلیم کا نظم کیا، بلکہ اہم شعبہ رحمانی فاؤنڈیشن کے نام سے شروع کیا، تاکہ مدارس کے فارغین خود کفیل بن سکیں۔

بہار لیجسلیٹیو کونسل کی رکنیت:

آپ نے جس ماحول میں آنکھیں کھولیں اور ملک کے جن حالات میں آپ نے اپنی زندگی کا آغاز کیا پھر جس انداز سے آپ کی تربیت ہوئی، اس سے آپ میں سیاسی پختگی آئی اور ایک ماہر اور حق گو سیاست داں کی حیثیت سے بھی ملک میں متعارف ہوئے۔

رحمانی فاؤنڈیشن:

مولانا کے اہم کارناموں میں ایک بڑا کارنامہ رحمانی فاؤنڈیشن کا قیام ہے، اس کے ماتحت کئی اہم شعبے ٹیکنیکل کے قائم ہوئے، قصبہ راٹن کے نواب صلاح الدین نے اس وسیع عمارت کی تعمیر کی ۱۹۹۶ء میں انہوں نے یہ عالیشان عمارت مولانا کے نام وقف کردیا، مولانا نے اسے قبول کیا اور اسے قوم کی خدمت کے لئے وقف کردیا، یہاں سے عصری اور پرفیشنل تعلیم اور صحت کے تعلق سے بڑی خدمات انجام دی جاتی ہیں، حضرت کی جدوجہد اور اسکی فکر نے رحمانی بی ایڈ کالج جیسا ادارہ قوم کو دیا، رحمانی بی ایڈ کالج بھی اسی بلڈنگ میں رحمانی فاؤنڈیشن کے تحت چلتا ہے۔

رحمانی تھرٹی:

جن کاموں نے مولانا کو شہرت ومقبولیت کے افق تک پہونچایا اور سبھی طبقات میں مقبول بنایا ان میں ایک تاریخ ساز کام رحمانی تھرٹی کا قیام ہے، جس کے بطن سے مسلم غریب بچے بچیاں تیار ہوکر اعلیٰ مقابلہ جاتی امتحان میں کامیاب ہوتے ہیں، اور اپنے خاندان اور قوم وملک کی خدمت کے لائق بنتے ہیں، اس ادارہ کے قیام سے خاص طور پر مسلم سماج میں معاشی اور اقتصادی استحکام اور مضبوطی پیدا ہوئی مسلم طالب علموں سے مایوسی اور ناامیدی ختم ہوئی اور ان کے لئے روزگار کے بہتر مواقع فراہم ہوئے، اس ادارہ کی نگرانی اور اسے بہتر انداز سے چلانے کے لئے بہار کے مشہور پولیس اعلیٰ افسر ڈی جی پی مسٹر ابھیانند کا تعاون لیا گیا، ابھیانند جی نے بھی اپنی محنت کا حق ادا کردیا، آج رحمانی تھرٹی پورے ملک میں نمبرون کا ادارہ سمجھا جاتا ہے، آئی ٹی آئی کے امتحان میں یہاں کے طلبہ صد فیصد کامیابی پاتے ہیں اس وقت ملک کے کئی شہروں میں اس کوچنگ کے مضبوط برانچ قائم ہیں۔

چارٹرا اکاؤنٹنٹ، سائنٹسٹ، میتھ، میڈیکل اولمپیاڈ، فزکس اولمپیاڈ، کمسٹری اور میڈیکل جیسے عالمی سطح کے مقابلہ جاتی امتحان کی تیاری کرانے والا یہ ادارہ حضرت امیر شریعت کی زندگی کے اہم کارنامے ہیں۔

مسلم پرسنل لا کی حفاظت وقیادت:

مولانا اپنے والد گرامی بانی بورڈ حضرت مولانا منت اللہ رحمانی کی حیات سے ہی مسلم پرسنل لاء کی حفاظت کے لئے سرگرم اور جرأت مندانہ اقدام کرتے آئے ہیں، بورڈ کے لئے آپ کی گراں قدر خدمات اور مسلمانان ہند کے عزت ووقار اور ان کے ملی تشخص کی بقا واستحکام کے لئے مولانا کی جرأت وبے باکی اور شب وروز کی انتھک جدوجہد بورڈ کی تاریخ کے روشن اور انمٹ نقوش ہیں، مسلمانان ہند اور ان کے مذہبی وقانونی حقوق کی بازیابی کے لئے ہر سطح پر آپ نے ایسی زبردست محنت کی ہے جو یقیناً آپ ہی کے قلب وجگر اور حوصلہ کی بات ہے، مسلم پرسنل لا بورڈ کی داخلی اور خارجی ذمہ داریوں کو خوب سے خوب تر۔ اسلام اور اس کے قوانین پر غیروں کے حملہ کی مضبوطی سے مدافعت کا معاملہ ہو یا خود مسلمانوں میں دینی شعور کے برقرار رکھنے کی ذمہ داری ہو، حضرت نے پوری ایمانداری سے اسے انجام دیا ہے، بورڈ کے اہم شعبہ اصلاح معاشرہ کی ذمہ داری قبول کی اور پورے ملک میں اصلاح معاشرہ کے لئے قابل قدر خدمات انجام دیں، طویل عرصہ تک بورڈ کے سکریٹری رہے مگر قریب کے دو سالوں سے آپ بورڈ کے جنرل سکریٹری ہونے کی حیثیت سے قوم وملت کی بے بہا خدمات انجام دے رہے ہیں۔

بورڈ کی ذمہ داری آپ کے کندھوں پر ایسے وقت میں آئی ہے جو آزاد ہندوستان کی تاریخ کا سب سے سیاہ اور نازک زمانہ ہے اور اسلام مخالف پارٹی کے ہاتھوں میں ملک کا اقتدار ہے، کوئی سوچ کہ ایسے حالات میں اسلامی قوانین اور اس کے تشخص کی حفاظت کی جنگ کتنی کٹھن ہوسکتی ہے، مگر اس مرد آہن نے جس کے حوصلے باد مخالف سے مزید مضبوط ہوا کرتے ہیں پوری قوت سے، حکومت، عدالت اور عوام وخواص کے درمیان مسلم پرسنل لا کے تحفظ کی تحریک چلا رکھی ہے، اللہ تعالیٰ ان کے سایہ کو امت کے حق میں دراز فرمائے اور ان کی قربانیوں کو قبول فرمائے۔

امارت شرعیہ کی امارت:

امارت شرعیہ ملک کی قدیم، باوقار تنظیم ہے، جس کی اپنی عظیم تاریخ ہے، جس کے خدمات کا دائرہ ملک کے طول وعرض میں پھیلا ہوا ہے اور جس پر قوم کا اعتماد واعتبار ہے خاص طور سے بہار، اڈیشہ، جھارکھنڈ اور مغربی بنگال کے مسلمان ہی نہیں عام انسان مستفیض ہورہے ہیں، اس ادارہ کے سربراہ اعلیٰ کو امیر شریعت کہا جاتا ہے، جن پر پوری قوم کا اعتماد ہوتا ہے، اور مسلمان آپ کی ہدایتوں پر سمع وطاعت کے جذبے سے عمل کرتے ہیں، امارت شرعیہ کے امراء اپنے وقت کے نباض عالم دین فقہی بصیرت، سیاسی وسماجی فہم اور ملی فکر رکھنے والے نیک نفوس ہوتے ہیں امارت شرعیہ نے اپنے قیام کے وقت سے اب تک چھ امرائے شریعت دیکھے اور اب ساتویں امیر شریعت کا دور دیکھ رہی ہے۔

حضرت مولانا سید نظام الدین نور اللہ مرقدہ امیر شریعت سادس کی حیات میں حضرت امیر شریعت نائب امیر شریعت تھے انکے وصال کے بعد باتفاق امیر شریعت منتخب ہوئے، حضرت امارت شرعیہ کی امارت قبول فرماتے ہی پوری طرح امارت کے استحکام اور اس کے کاموں کو وسعت وفروغ دینے میں منہمک ہوگئے، آپ کے امیر بننے سے لوگوں کے حوصلہ بلند ہوئے، مایوس طبقہ حضرات، منتشر افراد دوبارہ سے مجتمع ہوگئے، امارت شرعیہ کے کاموں میں یک لخت رفتار پیدا ہوگئی،، اس کے تمام شعبوں میں نمایاں بہتری پیدا ہوئی، کارکنان میں ہمت وحوصلہ پیدا ہوا، عوام وخواص کے اعتماد میں غیر معمولی اضافہ ہوا، کئی نئے مگر اہم شعبوں کا اضافہ ہوا، مختلف مقامات پر مزید دار القضاء قائم کئے گئے، امارت پبلک اسکول کا کئی جگہوں پر آغاز ہوا جس میں سی بی ایس ای طرز کی بہتر تعلیم کا نظم ہے، علماء وائمہ حضرات تیزی سے امارت شرعیہ سے منسلک ہوئے، اور قبل سے منسلک لوگ مزید قریب ہوئے، امارت شرعیہ میں ایک نئی قسم کی تازگی اور چہل پہل پیدا ہوگئی، آپ نے امارت شرعیہ کے استحکام کے لئے کئی اہم جرأت مندانہ فیصلے لئے اور اس پر مضبوطی سے عمل کیا، جس سے نظم ونسق میں عمدگی پیدا ہوئی۔ پٹنہ کے تاریخی مقام گاندھی میدان میں دین بچاؤ دیش بچاؤ کانفرنس کا امارت شرعیہ کے زیر اہتمام انعقاد حضرت کا تاریخ ساز فیصلہ ہے، قیام امارت کے بعد اس نوعیت کے اتنے بڑے اجلاس کا اہتمام کبھی نہیں ہوا، عظیم مقاصد کے تحت بروقت بلائی گئی یہ کانفرنس ملت کی آواز اور انقلاب کی شکل اختیار کرگئی ہے، جس میں خاص طور سے ریاست بہار کے گاؤں گاؤں سے لاکھوں انسانوں کا ہجوم ہوگا۔

یقیناً حضرت کے اس فیصلے نے قوم کو مایوسی سے نکالا اور انہیں نیا عزم وحوصلہ دیا، ملت کی صفوں میں اتحاد کی راہ ہموار کی، اور مشکل حالات میں جینے کا ہنر دیا۔

بقیہ فریب کاری......

عدالت کے اس حکم سے جسم وجان کی وہ قربت باقی نہیں رہ سکے گی، تو محبت کا جنازہ نکل جائے گا، ایک دوسرے سے یہ دوری مرضی اور ملازمت وغیرہ کے تقاضوں کی بنا پر ہو تو گاڑی چلتی رہتی ہے، لیکن اگر کسی دن بیوی نے عدالت کے اس جملے ہی کو دہرا دیا کہ میں منقولہ جائیداد نہیں ہوں، میں آپ کی مرضی کے مطابق آپ کے ساتھ نہیں رہ سکتی، تو سوچیے خاندان کا کیسا تیا پانچہ ہوجائے گا، اور مرد کے لیے اس کے علاوہ کیا چارہ کار رہ جائے گا کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے کر الگ کردے، اگر سارا نظام خود ہی دیکھنا ہوگا، اندر بھی اور باہر بھی، تو ہمیشہ کی جدائی کیوں نہ اختیار کرلی جائے، تاکہ نکاح ثانی کرکے نئی زندگی شروع کی جاسکے۔

بقیہ کارستانی......

پہلے اس آزادی کا سہارا لے کر مسلمانوں کے شعار اور اس کی محترم شخصیات کو نشانا بنایا جاتا تھا، ملک کے دانشوروں کے نزدیک اسے اظہار رائے کی آزادی سے تعبیر کیا جاتا تھا اور وہ یہ بھول جاتے تھے کہ جہاں سے کسی دوسرے مذہب بلکہ دوسرے کے کھیت کھلیان کی سرحد شروع ہوتی ہے، وہاں سے آزادی رائے کی سرحد ختم ہوتی ہے، ہاتھ ہلانے کی آزادی تو ہے، لیکن وہ ہاتھ ہلتا ہوا کسی کے گال تک جا پہونچے تو کون شخصی حدود میں اس دخل اندازی کو آزادی کے نام پر اسے برداشت کرے گا، لیکن ہوتا یہی رہا ہے، اب وقت آگیا ہے کہ اظہار رائے کی آزادی کے حدود وقیود کو سختی سے نافذ کرنے کے لیے حکومتیں تیار ہوں، تاکہ آئندہ ملک میں اس قسم کی بندی نہ ہو اور ملک پریشان کن حالات سے نہ گذرے۔

بقیہ حضرت مولانا بشارت کریم

مولانا اب اس دنیا میں نہیں ہیں، لیکن ان کی تعلیمات اور ان کی زندگی کے احوال وواقعات موجود ہیں، ہمیں انکی زندگی کو پڑھ کر اپنی حیات فانی کو سجانے سنوارنے کی کوشش کرنی چاہیے، صلحاء اور مشائخ کے احوال وواقعات کیفیات وارشادات، خطبات ومواعظ میں بڑا اثر ہوتا ہے، وہ اصلاح حال کے لیے کیمیا ہوتے ہیں، کم لوگ ہیں جو اس کیمیا سے خود کو کندن بنانے کا فن جانتے ہیں۔

بقیہ کتابوں کی دنیا......

''کاش اپنی بھی محبت کو یہ معراج ملے'' ۲۰۱۴ میں خانہ کعبہ کے حادثہ سے متاثر ہوکر لکھی گئی ہے، وطن تو ماں ہے، بابری مسجد، میرے مولا تو نئے سال پہ رحمت کردے، مرا وجود، یاد، عید کا چاند، پابند نظمیں ہیں اور اچھی ہیں، شاعر کا احساس ہے کہ یاد رسم وفا نہیں ہے جو بھلادی جائے، اٹھائیس غزلیں بھی اس مجموعہ کی زینت ہیں، ان غزلوں میں تازگی اور تابندگی ہے، محبت سے سرشار دل کی کہانی ہے، ان میں رومانیت بھی ہے، شکوہ بھی ہے، عصری حسیت بھی ہے اور بعض میں کلاسیکی رنگ بھی دیکھنے کو ملتا ہے۔ شاعر اظہار وفا کے لیے لفظوں کے سہارے کو ضروری نہیں سمجھتا، بلکہ وہ ''آنکھیں بھی سنا دیتی ہیں، پیغام میری جاں'' کا قائل ہے، اسے لگتا ہے کہ اس دل کی کوئی حقیقت نہیں ہے جس میں درد نہ ہو، کامران غنی صبا نے اس کم عمری میں جو کچھ لکھ دیا ہے اس سے ان کی اٹھان کا پتہ چلتا ہے، مشق، ریاضت اور تجربات کی وسعت سے فکر ونظر اور فن میں پائیداری آتی ہے، پروفیسر ثوبان فاروقی مرحوم نے سید مصباح الدین احمد کی کتاب ''صد برگ'' پر رائے زنی کرتے ہوئے لکھا ہے کہ کوئی بھی پہلی تصنیف پالنے میں پوت کے پاؤں کی مانند ہوتی ہے، جس سے محض اتنا اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ صاحب زادے آگے چل کر کیا قد کاٹھی نکالتے ہیں'' جس پر کوئی واضح حکم لگانا تو مشکل ہوتا ہے، لیکن اٹھان کا پتہ چلتا ہے، کامران غنی صبا اس میدان میں بہت آگے جائیں گے، یہ اس پہلی تصنیف کی اٹھان اور پالنے میں پوت کے پاؤں سے معلوم ہوتا ہے۔

کتاب المنصو را یجوکیشنل اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ دربھنگہ کے زیر اہتمام چھپی ہے، پٹنہ میں بک امپوریم اردو بازار سبزی باغ سے دوسو روپے دے کر حاصل کی جاسکتی ہے، سرورق طارق عزیز لاہور نے تیار کی ہے، کتاب بڑی حد تک اغلاط سے پاک ہے۔ ٹائٹل، کاغذ، طباعت عمدہ اور دیدہ زیب ہے۔

Volume:56/66,Issue:16 Printed & Published by Sohail Ahmad Nadwi, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony,

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT-E-SHARIAH
BIHAR ORISSA JHARKHAND

THE NAQUEEB WEEKLY

PHULWARI SHARIF,PATNA 801505

SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-18-20
R.N.I.N.Delhi,Regd No-4136/61

جواں ہو عزم تو تارے بھی توڑ سکتا ہے
کٹھن نہیں ہے کوئی کام آدمی کے لیے
(نامعلوم)

تعدد ازدواج اور حلالہ سپریم کورٹ کے آئینی بنچ کے حوالے

جب سے مرکز میں بی جے پی کی قیادت والی این ڈی اے حکومت کا قیام عمل میں آیا ہے، ملک کے مسلمانوں کو پریشان کرنے کی نئی نئی راہیں تلاش کی جارہی ہیں، مودی حکومت جو خود کو مسلم عورتوں کی ہمدرد اور خیر خواہ بتانے کی کوشش کررہی ہے، جس کا نتیجہ تھا کہ طلاق ثلاثہ کو نشانہ بنایا جائے اور معاملے کو عدالت میں لے جایا جائے جس کے بعد عدالت میں طلاق ثلاثہ کو غیر قانونی قرار دے دیا گیا اور اب تعدد ازدواج اور حلالہ کو نشانہ بنانے کی مذموم سازش کی جارہی ہے، سپریم کورٹ نے تین طلاق کے بعد حلالہ اور تعدد ازدواج کی آئینی وقانونی حیثیت کا جائزہ لینے کا فیصلہ کیا ہے، عدالت عظمیٰ نے معاملہ آئینی بنچ کے حوالے کرتے ہوئے مرکزی حکومت اور لا کمیشن سے جواب طلب کیا ہے، بی جے پی کے ترجمان اور سپریم کورٹ کے وکیل اشونی کمار اپادھیائے کی جانب سے کثرت ازدواج اور حلالہ پر پوری طرح سے پابندی عائد کرنے کے لیے مفاد عامہ کی عرضی داخل کی گئی ہے، جس کے بعد سپریم کورٹ نے نکاح متعہ اور نکاح مسیار (مخصوص مدت کے لیے شادی کا معاہدہ) پر بھی مرکزی حکومت کو نوٹس جاری کیا ہے، اس معاملے پر سماعت کرتے ہوئے چیف جسٹس دیپک مشرا، جسٹس اے ایم کھانولکر اور جسٹس ڈی وائی چندر چوڑ کی بنچ نے مرکزی حکومت کی نمائندہ کرنے والے اٹارنی جنرل کو اس معاملے میں عدالت سے تعاون کرنے کی ہدایت دی گئی ہے، اس معاملے میں اشونی کمار اپادھیائے کے علاوہ ثمینہ، نفیسہ خان اور حیدرآباد کے معلم محسن بن حسین نے مفاد عامہ کی عرضی داخل کی ہے، جس میں تعدد ازدواج، حلالہ، نکاح متعہ اور نکاح مسیار کو غیر آئینی قرار دینے کا مطالبہ کیا گیا ہے، درخواست گزاروں کا کہنا ہے کہ ان دونوں طریقوں سے صنفی مساوات اور انصاف کی خلاف ورزی ہوتی ہے، ایک سے زائد شادیوں کا رواج جدید دور کے انسانی حقوق کے خلاف ہے اور مذہب کا لازمی جز بھی نہیں، اسلام میں چار شادیوں کی اجازت ہے، جب کہ حلالہ کا مطلب ہے کہ عورت کو طلاق کے بعد سابقہ شوہر سے دوبارہ شادی کرنے کے لیے پہلے کسی اور شخص سے شادی کرنا ہوگی اور پھر اس سے طلاق لینی ہوگی، گزشتہ سال اگست میں سپریم کورٹ کی پانچ رکنی بنچ نے ایک اہم مقدمے میں فیصلہ سناتے ہوئے مسلمانوں میں طلاق ثلاثہ یعنی ایک نشست میں تین طلاقوں کو غیر قانونی قرار دے دیا تھا، اسی وقت مرکزی حکومت کی جانب سے پیش ہونے والے اٹارنی جنرل نے عدالت سے درخواست کی تھی کہ باقی دونوں معاملات نکاح حلالہ اور تعدد ازدواج کا بھی فیصلہ سنایا جائے، تب عدالت نے ریمارکس دیئے تھے کہ یہ کوئی ٹی 20 میچ نہیں کہ ایک گیند پر تین وکٹیں لے لی جائیں، حالانکہ دو ججوں کی رائے اس سے مختلف تھی، جسٹس روہنٹن نریمان، ادئے للت اور جوزف کیورائین نے طلاق ثلاثہ کو غیر قانونی قرار دیا تھا، دوسری جانب جسٹس عبدالنظیر اور چیف جسٹس جے ایس کھہر نے طلاق ثلاثہ کے حق میں اپنا سابقہ فیصلہ برقرار رکھا تھا، درخواست گزاروں کا کہنا ہے کہ مسلم پرسنل لا (شریعت) درخواست ایکٹ 1937 کی دفعہ 2 کے لیے آئین کے آرٹیکل 1860 کے آرٹیکل 14، 15، 21 اور 25 کی خلاف ورزی کرنے والا قرار دیا جائے، تعزیرات کے 1860 التزام تمام ہندوستانی شہریوں پر یکساں طور سے لاگو ہوں، یہ بھی کہا گیا ہے کہ طلاق ثلاثہ تعزیرات ہند کی دفعہ 1498 اے کے تحت ایک ظلم ہے، حلالہ تعزیرات ہند کی دفعہ 375 کے تحت عصمت دری اور تعدد ازدواج تعزیرات ہند کی دفعہ 494 کے تحت ایک جرم ہے، سپریم کورٹ نے تعدد ازدواج اور حلالہ کے خلاف دائر مفاد عامہ کی عرضیوں پر سماعت کرتے ہوئے اس معاملے کو وسیع تر آئینی بنچ کو بھیج دیا ہے، جو معاملے کی تفصیلی سماعت کے بعد یہ فیصلہ کرے گی کہ آیا تعدد ازدواج اور حلالہ بھی طلاق ثلاثہ (طلاق بدعت) کی طرح غیر قانونی ہیں، گزشتہ سال اگست میں سپریم کورٹ کی پانچ رکنی بنچ نے طلاق ثلاثہ کو غیر قانونی قرار دے دیا تھا، اس فیصلہ کے بعد مرکزی حکومت نے قانون سازی کی طرف قدم بڑھایا اور مسلم خواتین (شادی کے حقوق کا تحفظ) The Muslim Women (Protection of Right on Marriage) Bill 2017 کے عنوان سے ایک ایسا بل تیار کیا گیا جس سے ماہرین قانون بھی اتفاق نہیں کرتے، اس بل کے تعلق سے واضح الفاظ میں کہا گیا کہ یہ بل نہ صرف اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ہے؛ بلکہ یہ ملک کے دستور اور سپریم کورٹ کے مذکورہ فیصلہ کے بھی خلاف ہے، اس کے باوجود بل لوک سبھا میں پاس ہوگیا اور اب راجیہ میں بی جے پی اکثریت آنے کے بعد وہاں سے بھی بل بہ آسانی پاس ہونے کے امکانات بڑھ گئے ہیں، یہی نہیں اب مسلمانوں کو پریشان کرنے کے لیے اس طرح کے مزید معاملات سامنے لائے جائیں گے اور انہیں نشانہ بنانے کی کوشش کی جائے گی، علاوہ ازیں نئے نئے قوانین پاس کرانے میں بھی انہیں کوئی رکاوٹ نہیں آئے گی؛ کیوں کہ بی جے پی لیڈران کا مقصد ہی مسلمانوں کو نشانہ بنانا ہے، بی جے پی لیڈر سبرامنیم سوامی جیسے لیڈروں نے تو بہت پہلے کہہ دیا تھا کہ وہ فقہی اختلافات کی بنیاد پر مسلمانوں میں تفریق پیدا کرنے کی کوشش کریں گے، طلاق ثلاثہ میں بھی مفاد عامہ کا سہارا لیا گیا اور اس معاملہ میں بھی وہی راستہ اختیار کیا گیا ہے، بی جے پی کے ترجمان اور سپریم کورٹ کے وکیل اشونی کمار اپادھیائے جنہوں نے مفاد عامہ کی عرضی داخل کی ہے، انہیں اس سے قبل سپریم کورٹ مفاد عامہ کے معاملہ میں سرزنش کرچکا ہے، 16 دسمبر 2016 میں جب اشونی کمار اپادھیائے نے مفاد عامہ کی عرضی داخل کی تھی، جس پر سپریم کورٹ نے اپنی ناراضگی جتاتے ہوئے کہا تھا کہ عدالت کوئی سیاسی میدان نہیں ہے اور سپریم کورٹ نے ان سے پوچھا تھا کہ کیا وہ سپریم کورٹ میں بی جے پی کے لیے مہم چلا رہے ہیں؟ کیا بی جے پی نے انہیں سپریم کورٹ میں درخواست دینے کا ہی کام دے رکھا ہے، اب جب کہ ایک بار پھر انہوں نے مفاد عامہ کی عرضی پیش کی ہے، جس میں عدالت کی جانب سے پیش رفت کی جاچکی ہے تو مسلمانوں کو حکمت عملی سے کام کرنے کی ضرورت ہے۔

(بشکریہ گلدستہ، سنڈے میگزین، یکم اپریل ۲۰۱۸ء)

آصفہ؛ المیہ بھی چیتاؤنی بھی

ایس احمد پیرزادہ

حال ہی میں صوبہ جموں کے کٹھوعہ ضلع کے ہیرانگر تحصیل سے تعلق رکھنے والی گجر بکروال طبقے کی ایک معصوم کلی ۸ر برس کی ننھی سی جان آصفہ کو اغواء کرکے پہلے وحشیانہ انداز میں جنسی زیادتی کا شکار بنایا گیا پھر اغواء ہونے کے ایک ہفتہ بعد اُس معصومہ کی لاش نزدیکی جنگل سے برآمد ہوئی۔ سچ پوچھئے تو یہ ایک کم سن ومعصوم بچی کی بے گور وکفن لاش ہی نہیں تھی بلکہ یہ انسانی سماج کی گراوٹ کا کھلا اشتہار تھا، یہ ہمارے یہاں انسان نما درندوں کے تسلط کا اعلان تھا، یہ آدمیت کے اوپر شیطان کی یلغار تھی، یہ اس بات کا اشارہ تھا کہ ظلم وتشدد کی ماری سرزمین پہ معصومیت اور مظلومیت دونا قابل معافی گناہ ہیں، یہ ریاست میں لاقانونیت کے راج تاج کا اظہار تھا۔ اس لئے آصفہ کے المیے کو محض جنسی بے راہ روی کے واقعے سے ہی تعبیر نہ کیا جائے بلکہ اس سے بین السطور واضح ہوتا ہے کہ مسلم اکثریتی ریاست میں مسلمان کی عزت وآبرو اور جائداد واملاک سب سے زیادہ داؤ پر لگی ہوئی ہیں۔ کہانی کی شروعات یوں ہوئی کہ معصوم آصفہ ایک روز خلاف معمول اپنے مال مویشی کے ہمراہ واپس نہ آئی، والدین انتظار کرنے لگے، انتظار نے طوالت پکڑا تو خدشات نے جنم لیا، پریشانیوں نے آگھیرا، تلاش شروع ہوئی مگر بچی کا کوئی اتہ پتہ نہ ملا۔ والدین کی فکرمندی کو آنسوؤں اور آہوں نے دوبالا کردیا، چلتے چلتے بات ہیرانگر پولیس میں گمشدگی کی رپورٹ درج کرنے تک پہنچی۔ گمشدہ بچی کے والدین نے پہلے ہی دن مقامی پولیس اسٹیشن میں رپورٹ درج کی تھی لیکن پولیس نے ان غریبوں کی فریاد اور دُہائی پر بروقت کوئی کارروائی عمل میں نہیں لائی۔ اگر پولیس رپورٹ درج ہونے کے فوراً بعد حرکت میں آجاتی تو شاید اِس معصوم کی جان بچ جاتی، لیکن جب پولیس مستعدی کی بجائے عدم فعالیت کا مظاہرہ کرنے لگی تو "بیٹی پڑھاؤ بیٹی بچاؤ" نعرہ دینے والوں کی اصلیت بے سہارا گجر فیملی کے سامنے ایک تلخ حقیقت بن کر سامنے آئی۔ اس لئے کٹھوعہ المیے کا تجزیہ کرنے والے مبصرین سوال کرتے ہیں کہ جب معاملہ مسلم بچیوں کا ہوتا ہے تو خاکی وردی والے عصمتوں کے لٹیروں کے طرفدار بلاوجہ نہیں بن جاتے ہیں۔ اس کا نمونہ گزشتہ سال کشمیری بہو بیٹیوں کے بال کاٹنے والے منظّم گروہوں کے حوالے سے پولیس کی عدم کارکردگی سے بھی لوگوں کو دیکھنے کو ملا۔ بہرحال کٹھوعہ کی معصومہ آصفہ کے ساتھ بھی یہی کچھ ہوا ہے، اُسے درندگی کا شکار بنانے والوں کے خلاف کوئی بروقت کارروائی نہ ہوئی۔ اس کے اغواء کار وحشیوں نے بچی کی عزت ریزی پر ہی بس نہیں کیا بلکہ اپنی زندگی کی صرف آٹھ بہاریں دیکھنے والی اس معصوم کلی کو مسل کر اس کی زندگی کا چراغ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے گل کردیا۔ یہ جرائم کی دنیا کی بھیانک واردات ہے اور اس واردات میں کن کا ہاتھ ہے؟ کون لوگ اس میں ملوث ہیں اور اُن کی پشت پناہی کہاں سے ہورہی ہے؟ اس معاملے کو کیوں دبایا جارہا ہے؟ ملوثین کی کیوں پردہ پوشی ہورہی ہے؟ کیوں پولیس اور انتظامیہ کے ساتھ ساتھ ریاستی حکومت بھی اس جرم عظیم کے حوالے سے اصل حقائق عوام کے سامنے نہیں لارہی ہے؟ (بقیہ صفحہ ۸ر پر)